

لَا تُغْنِي زِينَةُ

المعروف

خَطِيئَاتِهِ

مكتبة العلوم

دعوى

شائع كراچی

یا حسین حیدری مشنری و لٹری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ک

کا مجموعہ

21

سابق پر نیل محمدیہ کالج سرگودھا

تعداد ایک ہزار

(محمد بن عبد الله بن محمد)

پیش لفظ

میدانِ کربلا میں حق و صداقت کی حمایت اور باطل کی سرکوبی
کیلئے جو عظیم المثال قربانیاں فرزندِ رسولؐ سید الشہداء حضرت امام حسینؑ
اور آپ کے حق پرست ساتھیوں نے دیں، اگر شیرِ خدا کی شیر دل
بیٹی جنابِ زینبؑ خاتونِ اپنے مظلوم بھائی کے ساتھ
کربلا میں موجود نہ ہوتیں تو ان قربانیوں کا مقصد دنیا کی نظروں سے
ادھل ہی رہتا۔

یزیدی حکومت اپنی پوری قوت سے اور اپنے غیر محدود
ذرائع کے بل بوتے پر مقصدِ شہادتِ حسینؑ کو چھپانے کی کوشش
کر رہی تھی۔ لیکن سیدِ سجاد، حضرت زینبؑ، جنابِ ام کلثومؑ
اور جنابِ فاطمہ کبریٰ کے خطبوں نے یزیدی ظلم کو بے اثر کر کے
رکھ دیا اور ایک ایسے انقلاب کی بنیاد ڈال دی جس نے
مختورے ہی عرصے میں یزید کی ظالمانہ حکومت کا نام نشان تک مٹا دیا

زیر نظر کتاب، ہماری قوم کے مایہ ناز فرزند جناب
پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری مدظلہ کی تراوش قلم کا نتیجہ ہے۔
اس میں صدیقہ صغریٰ، شریکۃ الحسین جناب زینب سلام اللہ علیہا
کے خطبات، کلمات، اشعار اور اشادات جمع کئے گئے ہیں۔
فاضل مولف نے ان کا سلیس اور با محاورہ اردو میں ترجمہ ہی
نہیں کیا بلکہ ان کے اقتدار جواہر ریزوں کی تشریح بھی بڑی
عمدگی سے کر دی ہے۔

یہ کتاب پڑھنے کے بعد ہر شخص کو معلوم ہو جائیگا کہ امام حسینؑ
مخدرات عصمت و طہارت کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے تھے۔
یہ ایک حقیقت ہے کہ جناب زینبؑ نے شہید کر بلا کی مظلومت
اور آپ کی حقانیت کو اتنا نمایاں کر دیا کہ اس کے بعد زیدی حکومت
کی کوئی تاویل یا ملمع کاری اس پر پردہ نہ ڈال سکی۔

تحسین جعفری

خانم شہباز شاعت پاکستان حسینی مشن راولپنڈی
پیم جولائی ۱۹۶۳ء مطابق ۲۰۔ صفر المظفر ۱۳۸۲ھ

تہذیب بروج

والدہ مرحومہ و مخدومہ جنہوں نے عصمت صغریٰ
ام المصائب علیا جناب زینب طاہرہ سلام اللہ علیہا کی
کنیزی میں زندگی بسر کی اور جنکی عقیدت مندانہ فطرت نے
اس ناپیز کو بھی اس بارگاہ عالیہ کا ادنیٰ خادم بننے کی ترغیب
دے کر خود بھی اجر پایا اور مجھے بھی امید واپس خروئی فرمایا۔
اللہ تعالیٰ سرکار ام المصائب زینب طاہرہؑ کے
تصدق میں میری اس محسنہ اور جناب زینبؑ کی خادمہ کو
جناب فتنہ کے جوار میں جگہ مرحمت فرمائے۔

اہل بیت کا شکستہ دل سوانح نگار

محمد لطیف انصاری

تقریب جناب مستطاب سیادتآب مخدومنا المحترم علامہ
سید امجد حسین صاحب کاظمی مدظلہ العالی علی رؤس الموالی
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على
رسوله سيد الانبياء والمرسلين وآله الطيبين
الطاهرين المحصومين من يومنا هذا الى يوم الدين
اما بعد میں نے کتاب مستطاب موسومہ بہ "بلاغۃ ذنیبہ"
کے مسودہ کو شروع سے آخر تک حرف بحرف پڑھا اس کتاب
کے مصنف علامہ، قوم کے معمار اور بوڑھے جرنیل جناب
محمد نصاب حضرت مولانا مولوی خواجہ محمد لطیف صاحب
انصاری مدظلہ العالی علی رؤس الموالی ہیں، جن کی ذات گرامی
کسی مزید تعارف کی محتاج نہیں، اس کتاب میں علاوہ ان
سب اقوال، احتجاجات و خطبات طیبات کے جو خطیبہ
آل محمد علیہ خاتون، ثانی زہرا جناب زینب صلوٰۃ اللہ علیہا
نے وقتاً فوقتاً اس طرح جمع عام میں کر بلا سے کوفہ سے

دمشق پھر دمشق سے مدینہ منورہ پہنچے تک اس فصاحت
و بلاغت سے ارشاد فرمائے کہ لوگوں کو شبہ ہوتا رہا کہ
حضرت علی علیہ السلام ہی فصاحت و بلاغت کے دریا
بہا رہے ہیں۔ آپ نے اس علیہ خاتون کی دیکھ بھری زندگی
کے حالات بھی اپنی قادر الکلامی اور زور قلم سے اس قدر
موثر پیرایہ میں بیان فرمائے ہیں کہ جناب علیہ خاتون کی
تصویر غم دل کی آنکھوں میں کھینچ جاتی ہے، آپ کی
تحریر کا ایک ایک حرف صداقت کا آئینہ دار اور
خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس کتاب کو ایک دفعہ پڑھ لینے
سے جہاں اس سراپا عصمت کی داستان غم سے دل و دماغ
متاثر ہوتے ہیں، وہاں الوار اور تجلیات کی بارش سے
قلب و دماغ متور ہو جاتے ہیں۔ مجھے یہ کہنے میں قطعاً
باک نہیں کہ خواجہ صاحب ممدوح کا یہ شاہکار ان کی
نجات اخروی کا ضامن ہے اور پل صراط سے گزرنے
کے لئے پروانہ راہناری ہے۔ یہ کتاب لکھ کر خواجہ صاحب

نے قوم پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ میں ان کی اس کامیابی
کوشش پر ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں
اور دعا کرتا ہوں کہ خواجہ صاحب بطفیل "خواجہ قنبر"
تما قیامت زندہ رہیں اور نشر فضائل و محامد اہل بیت
علیہم السلام میں مشغول و مشہک رہیں۔ آمین
این دعا از من و از جملہ جہاں آیین باد
رد الخلائق و اذلال الکونین
السید امداد حسین کاظمی صائد
اللہ من کل شین



من بلدة لاہور

۵ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

اعوذ باللہ السميع العليم من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمداً لمن خلق الانسان و علمہ البیان

والصلوة والسلام علی من علمہ القرآن

وآلہ الامجاد الذین هم ابلاغ البیان

دوسرے انسانوں پر اظہار خیالات کے بہترین طریق کو
فہم فرمادیا ہے۔

فہم تقریر کا مقصد سامعین میں جو شس پیدا کرنا، انہیں
اپنے مسلمات کا یقین دلانا اپنا ہم خیال بنانا اور عمل پر آمادہ
کرنا ہے۔

تمام ممالک میں اور ہر زمانے میں فہم تقریر کی اہمیت کو
محسوس کیا گیا ہے اور تسلیم کیا گیا ہے مگر اس زمانہ میں بالخصوص
اس کی قدر و منزلت، عظمت و قیمت بہت بڑھ گئی ہے

اور اس کے اثرات بہت زیادہ ہو گئے ہیں، اس زمانہ میں
آزاد ملی تقریر ہر شہری کا پیدائشی حق ہے، چونکہ دورِ حاضر میں
فنِ تقریر نے ترقی کر کے سراجِ کمال کو پہنچا تھا اس لئے
سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو
خاتم الانبیاء ہیں اور دورِ حاضر ان ہی کی نبوت و رسالت میں
شامل ہے، خداوندِ عالم نے معجزہٴ لہق و کلام و اعجابِ انبیاء
فصاحت و بلاغت عطا فرمایا۔

قرآن پاک کا معجزہٴ فصاحت

قرآن حکیم سرکارِ رسالت کا معجزہ ہے جس طرح وہ حیاتِ ظاہریہ
سرکارِ رسالت میں معجزہ تھا، آج تیرہ سو برس گزر جانے کے
بعد بھی معجزہ ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کا چیلنج
اے کنتم فی ربیب ہما نزلنا علی عبدنا
فالقرآن سورۃ من مثله
ترجمہ :- (اگر تمہیں اس کلام میں جو ہم نے اپنے بندہ پر

نازل کیا شک ہو تو تم بھی اس جیسی ایک سورۃ بنا لاؤ
مخص اس زمانہ کے عربی دان اور عربی بولنے والے طبقہ
کو عربی زبان کے لحاظ سے تھا لیکن ایسا ہرگز نہیں بلکہ ہم
آج دنیا کے تمام انسانوں کو جو مختلف زبانیں بولتے ہیں چیلنج
کرتے ہیں کہ وہ قرآن مجید جیسی فصیح و بلیغ کتاب دنیا کی
کسی زبان میں بنا کر لائیں۔

اگرچہ اس مختصر مضمون میں ان دلائل کی گنجائش نہیں جو ہمارے
اس دعویٰ کو ثابت کر رہی ہیں تاہم اختصار سے چند باتیں
پیش کی جاتی ہیں :-

۱۔ تکرار (REPETITION) اثر کو زائل کر دیتا
ہے۔ کیونکہ جذبہ کے بار بار ابھرنے سے نظامِ عصبی حرکت
میں آتا ہے اس لئے اعصاب جو جاندار ہیں بار بار متحرک
ہونے سے تھک جاتے ہیں۔ یہ فطرت کا مسئلہ قانون ہے۔
قرآن حکیم نے اس فطرت کے قانون کو توڑ دیا ہے۔ اس لئے
قرآن مجید سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ ارحم الراحمین

لہذا لفظ کا زندہ معجزہ ہے۔ قرآن حکیم میں مختلف قصص و حکایات ہیں جنہیں قرآن پاک مختلف سورتوں اور پاروں میں بار بار بیان کرتا ہے۔ اس تکرار کے باوجود اس کی شان فصاحت و بلاغت میں فرق نہیں آتا اور اس کا اثر ذرا ازل نہیں ہوتا۔ اب دنیا کے کسی فصیح و بلیغ ادیب کو کہیے کہ وہ اپنی زبان میں ایک ہی پلاٹ (Plot) کو بار بار بیان کرے وہ ہر بار اسے اسی فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کرنے سے قاصر رہے گا۔

(۲) قرآن حکیم و فرقان مجید آئین و قوانین کی کتاب ہے کیا دنیا کا کوئی ادیب مجموعہ قوانین میں اس شان فصاحت و بلاغت کو اس طرح قائم رکھ سکتا ہے، جس طرح قرآن حکیم نے رکھا ہے؟

(۳) فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ محسوسات و مشاہدات میں ہوتا ہے۔ ایسی چیزوں کے بیان میں جو ہمارے احساسات و مشاہدات سے بلند و برتر ہیں اظہار فصاحت قرآن حکیم کا

شعار ہے قرآن مجید اللہ، معاد، ملائکہ جیسے مضامین بیان کرتا ہے اور پھر انتہائی فصاحت و بلاغت لئے ہوئے ہے۔ کیا دنیا کا کوئی ادیب غیر محسوس و غیر مشاہد اشیاء کو اپنی زبان میں اس طرح بیان کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۴) ہر ادیب کسی خاص فن میں مہارت رکھتا ہے سو دماغ قصائد میں میر غزل میں، میر حسن شہزادی میں، فردوسی رزم میں، سعدی بزم میں، غالب نقیاتی رنگ میں و جدائیات محبت میں علامہ اقبال اسلامیات و فلسفہ عصر حاضر میں، میر انیس و میرزا دبیر اور ان کے خاندانوں کے شعراء مرثیہ میں، جو شیلج آبادی انقلابی مضامین میں خاص ہیں۔ قرآن حکیم کا موضوع بیان ہر لطیف یا بس رہا ہے۔ کوئی عنوان ایسا نہیں جس کو قرآن مجید و فرقان مجید نے اپنا موضوع بیان قرار دے کر انتہائی فصاحت و بلاغت کے معراج کمال تک نہیں پہنچایا۔ کیا دنیا کا کوئی ادیب دنیا کی کسی زبان میں ایسی جامعیت پر قادر ہے؟ ہرگز نہیں۔

(۵) اوامر و نواہی، پسند و ناصیح، مسائل حلال و حرام

ایسے خشک مضامین ہیں جو نفس انسانی پر ہمیشہ ناگوار رہے اور اب بھی ناگوار ہیں۔ کیا دنیا کا کوئی ادیب دنیا کی کسی زبان میں انہیں اس قدر مؤثر اور بلیغ بنانے پر قادر ہے جس قدر قرآن حکیم نے انہیں اثر آفریں اور سراپا بلاغت و فصاحت بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے؟ ہرگز نہیں۔
بے لگتہم و گفتم نہ متے از خردوار

ایسی فصیح و بلیغ اور جامع کتاب کے وارث کون ہیں، قرآن خود بیان فرما رہا ہے:-

ثم اوردنا الكتاب الذين اصطفينا من عبادنا
دیکھ رہے تھے وارث کتاب قرار دیا ان لوگوں کو جنہیں ہم
نے اپنے بندوں میں سے طہارت و پاکیزگی کے لحاظ سے چنا
یہ مصطفیٰ بندے، یہ معصوم انسان سرکار محمد و آل محمد
علیہم السلام ہیں۔ یہ فصاحت و بلاغت میں، فن خطابت و تقریر
میں اس مقام پر فائز ہیں جو قرآن جیسی معجزہ فصاحت و بلاغت
کتاب کے مفسر ہونے کے شایان شان ہے۔ یہ حضرات

اس بلند قبیلہ سے تھے جسے "افصح العرب" کے لقب سے یاد
کیا جاتا تھا۔ انہوں نے ایسے گہرائے میں پرورش پائی جہاں
فصاحت و بلاغت، خطابت و طلاقت میراث میں ملتی تھی۔

سنی ہاشم کی فصاحت و بلاغت

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب "المزہر فی علوم اللغۃ"
میں لکھتے ہیں:-

اجمع علماءنا بكلام العرب والسرقة لا شعاعهم
والعلماء بلغاتهم وبلغاتهم ان قرأ ليشأ افصح العرب
المسنة واصفاهم لغة ان الله تعالى اختارهم
من جميع العرب واختار منهم محمد صلى الله
عليه وآله وسلم فيجعل قرأ ليشأ قطان حرمه
وولاة بيته فكانت وفود العرب من حجازها و
غيرهم ليقودون الى مكة يلح بتمالكوت الى قریش
وكانت قریش مع فصاحتها وحن لغاتها ورقة

المسننہا اذا اتتہم المودع عن الحرب تخبروا
من كلامهم واشعارهم احسن لغاتهم واصفى كلامهم
واجتم ما تخبروا من تلك اللغات الى سلا لقہم
اللتی طبعوا علیہا فماروا بذالك افصح العرب ۞

ترجمہ: ہاں تھے تمام علماء لغت و ماہرین کلام عرب و راویان
اشعار مؤرخین و جغرافیہ دان اس امر پر متفق ہیں کہ قریش
شیرین بیانی و طلاقت لسانی کے لحاظ سے افصح العرب ہیں۔
اللہ نے انہیں اس امر میں تمام قبائل عرب میں سے چن لیا ہے
اور قریش میں سے حضرت محمد منتخب و برگزیدہ ہیں۔ دراصل
قریش ہی حرم کعبہ و بیت اللہ شریف کے ساکن والی و محافظ ہیں۔
تمام قبائل عرب کہ میں گمراہ درگروہ ج کے لئے آتے رہتے تھے اور اپنے
قضیہ و قضایا کے اختلاف کا فیصلہ قریش سے کر لیا کرتے تھے قریش
باوجود اپنی خداداد فصاحت اور زبان کی نرمی اور لہجہ کے
آنے والے قبائل کی پاکیزہ بول چال، عمدہ الفاظ اور منتخب
اشعار و کلام کو محفوظ کر لیا کرتے تھے اور پھر اپنے فطری سلیقہ

اور صلاحیت سے اس کو اپنا لیتے تھے جس کی وجہ سے وہ فصیح
ترین عرب ہو گئے ۞

وقال ابو نصر الفارابی فی اول کتابہ المسمی
بالا لفاظ والحروف "کانت قریش اجود العرب
بانتقاد لا فصح من الالفاظ اسهلها علی اللسان
عند النطق واحسنها مسموعاً وابتینها ابانۃ عما
فی النفس والذین عنہم نقلت اللغۃ العربیہ ولہم
اقتدای و عنہم اخذ اللسان العربی من بین قبائل
العرب ۞

ترجمہ: ابو نصر فارابی اپنی کتاب "الالفاظ والحروف" کے
شروع میں کہتے ہیں کہ تمام قبائل عرب میں قریش سب سے زیادہ
الفاظ کو پر کھنے والے تھے اور بول چال میں ایسے سہل و آسان
الفاظ کو ادا کرنے پر بہت زیادہ قدرت رکھتے تھے جو کانوں
کو اچھے معلوم ہوں اور معنی و مراد کو ادا کرنے میں واضح تر ہوں
ان ہی لوگوں سے لغت عرب نقل کی گئی ہے۔ ان ہی کی زبان

کی پیروی کی جاتی ہے اور تمام قبائل عرب میں قریش ہی سے عربی زبان حاصل کی گئی ہے۔

(کتاب المزهر لیسوطی الجزء الاول ص ۱۰۴ طبع مصر)

(۱۲۸۲ھ)

اسی لئے عرب کے باکمال شعراء کا یہ دستور تھا کہ جب وہ اشعار کہتے تھے اس وقت کسی کے سامنے ان کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور نہ پڑھتے تھے جب تک کہ وہ مکہ میں قریش کے سامنے حاضر ہو کر ان کو سنا نہ لیتے۔ قریش ان کو سن کر پسند کرتے اس وقت وہ ان اشعار کو عام کرنے کے لئے کعبہ میں آویزاں کر دیتے اور قریش کا پسند کرنا شاعر کے لئے باعثِ فخر ہوتا اور اگر قریش ناپسند کرتے تو اس کو ضائع کر دیتے ظاہر نہ کرتے۔

(شرح القصائد العشر للامام الخلیف البتیری، مقدمہ

فی الکلام علی المعلقات ص ۲ خزینۃ الادب للبتعدی مبلوہ

السفینہ مصر ۱۲۴۲ھ)

استاد احمد کی صفات حضرت علی کی سیرت میں لکھتے ہیں :-
فقد کان ذالک طبیعۃ متراثة لاهل البیت
جہلاً جاہلیۃ و اسلاماً و کان بیت ہاشم من
الجاہلیۃ شرعہا العذب و منہلہا الفیاض
و کان جدہ کعب بن لوئی و ہواجد السالک لہ و
للبنی صلعم من اقدم الخطباء العرب و لہامات کبر و
موتہ و ارغوبہ حتی کان عام الفیل و کان اجلارہ
قصی و ہاشم و عبدالمطلب و ابوہ البرطالک کلہم من خطباء
الخصب المحدثین :-

ترجمہ :- دراصل فصاحت و بلاغت اہل بیت کی فطرت و طبیعت
میں داخل ہے یہ چیز تو آنحضرت کو میراث میں ملی ہے۔ زمانہ جاہلیت
اور عہد اسلام ہر دور میں یہ خاندان اس میں ممتاز رہا ہے فصاحت
بلاغت کا شیریں و خوشگوار چشمہ لہا ہے۔ آپ کے جدِ اعلیٰ کعب
بنی لوئی جو حضرت علیؑ اور رسول اللہؐ کی ساتویں پشت میں ہیں
عرب کے خطیبوں میں سب سے مقدم ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا

تو عربوں نے اس کو ایک عظیم قومی سائنس سمجھا تھا اور بطور یادگار ان کے سال ارتحال سے عام الفیل کے زمانہ تک اس سے تاریخ کا شمار کرتے رہے۔ اسی طرح آپ کے اجداد میں قصی، صہ شہم، عبدالمطلب اور آپ کے باپ ابو طالب، ان سب کا شمار خطبائے عرب میں ہے۔

(ترجمہ علی ابن ابی طالب لہد حمدز کی صفوت ثنا طبع مصر)
الغرض حضرت زینب سلام اللہ علیہا، جن کی فصاحت و بلاغت
اس تالیف میں ہمارا موضوع بیان ہے، اسی خاندان ہاشمی کی چشم و
چراغ ہیں، جو تمام انسانی فضائل و مکارم میں یگانہ روزگار خاندان
ہے اور عرب میں فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے۔ علامہ جاحظ
عثمانی اموی بنی ہاشم کے متعلق لکھتے ہیں:-

عرب مثل بدن کے ہیں اور قریش اس کی روح ہیں۔ اور بنی ہاشم عرب کا جوہر ہیں۔ یہ زمین کی زینت اور عالم کی آرائش ہیں۔ یہ فہم کی کان اور علم کا سرچشمہ ہیں۔ ان میں حلم بھی ہے اور تلوار بھی۔ ان میں عزم بھی ہے اور حزم و

خطا پوشی بھی۔ قدرت کے باوجود درگزر بھی۔ یہ مثل پانی
کے ہیں انہیں کوئی چیز بچس نہیں کر سکتی۔ سورج کی طرح
یہ کہیں پوشیدہ نہیں۔

ان میں شہید بھی ہیں، جن لوگوں نے ان کی مدد کی وہ انصار ہو گئے، ہاجرہ انہیں کہا گیا جن لوگوں نے ان کی طرف یا ان کے ساتھ ہجرت کی۔ صدیق وہ ہے جس نے ان کی تصدیق کی۔

ایسے کیے نہ ہوتا جبکہ ان ہی میں سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں۔ حضرت نے فرمایا مجھے قدرت کی طرف سے یہ عطیہ خاص ملا ہے کہ مختصر و معنی خیز جملے استعمال کرتا ہوں۔ (اثمار القلوب فی المصنعات والمنسوبات) مؤلف علامہ ابو المنصور عبد الملک بن محمد الثعلبی نیشاپوری

مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ

الغرض خاندان قریش میں ممتاز ادباء و خطباء و قصصا و بلغاء
کعب بن لؤئی، قصی، ہاشم، عبدالمطلب اور ابو طالب تھے۔ قبیلہ

قریش میں خصوصیت سے بنی ہاشم فصاحت و بلاغت، طلاقت و خطابت میں خود اپنی مثال آپ تھے۔ جناب عبدالمطلب کے قصائد و اشعار اور خطبے مختلف کتب تاریخ میں آج تک محفوظ ہیں جن سے ان کے کمال فصاحت و بلاغت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حضرت ہاشم و عبدالمطلب کے عہد میں عربی شاعری اپنے کمال کو پہنچی بشرط ادب عربی کے مشہور عالم، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سلام الحلی البصری طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں :-

”و لم یکن لا دأبل العرب من الشعر اعد

الا لابیات یقولها الرجل فی حادثه و انما

قصدت القصائد و طول الشعر علی عهد عبدالمطلب

و ہاشم بن عبد مناف“ (طبقات الشعراء، مطبع مصر)

”تد مائے عرب سوائے ابیات کے کچھ نہیں رکھتے تھے جن کو کہنے والے کسی حادثہ کے سلسلے میں کہہ دیا کرتے تھے۔ قصائد و طویل اشعار کہنے کا رواج عبدالمطلب و ہاشم بن عبد مناف کے عہد میں ہوا“

اولاد عبدالمطلب میں سوائے پیغمبر اسلام کون ایسا ہے جس نے اشعار نہ کہے ہوں۔ ابن رشتیق کتاب الحمدہ میں لکھتے ہیں :-

”بنی عبدالمطلب کے مردوں اور عورتوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس نے اشعار نہ کہے ہوں سوائے رسول اللہ کے“ (کتاب الحمدہ ابن رشتیق جلد اول مطبع مصر)

حضرت عبدالمطلب کی بیٹیاں یعنی صفیہ، برہ عاتکہ، ام الحکیم، البیضا، امیمہ، اردئی ہر ایک نے پورا پورا اشعار کہے ہیں۔

(سیرت النبی ابن ہشام جلد اول)

اسی طرح عبد اللہ، ابوطالب، دبیر، حمزہ، عباس وغیرہم فرزند ابن عبدالمطلب میں سے کون ہے جن کے اشعار ماثورہ و کلمات منقولہ فصاحت و بلاغت کی جان نہ ہوں خصوصاً جناب ابوطالب جو اپنے زمانہ میں ایک بلند مرتبہ شاعر و خطیب تھے، آپ کے اشعار و خطب تاریخ اسلام میں آج تک محفوظ ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن سلام الحلی البصری نے حضرت ابوطالب کا شمار قریش کے بہترین شعراء میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں :-

و کان ابو طالب شاعراً جیداً کلام و ابر ۶

(طبقات الشرا لمحمد بن سلام ص ۹۸ طبع مصر)

یعنی ابوطالب بہترین خوش گو تا در الکلام شاعر تھے۔

آپ کا قصیدہ لامیہ جو قصیدہ شعبیہ کے نام سے مشہور ہے عربی لطیفچری میں باعتبار فصاحت و بلاغت و معنویت اپنا جواب نہیں رکھتا۔ ابن کثیر کا قول ہے۔

وهذه قصيدة الشجیه بليغة جدا لا يستطيع ان
يقولها الا من نسبته اليه وهي افضل من المعلقة
المسبوع وابلغ من تاديه المعنى كما نقلها الدحلاني
في كتابه اسنى المطالب ص ۱۰۰ ابراهيم رفعت في مرآة الحرمين
الجزء الثاني ص ۲۳ طبع مصر

ترجمہ :- یہ قصیدہ شعبیہ بے حد بلیغ ہے اور کسی میں یہ طاقت
نہیں کہ ایسا فصیح و بلیغ قصیدہ کہے، مگر وہی جس کی طرف یہ منسوب
ہے یعنی حضرت ابوطالب علیہ السلام۔ یہ قصیدہ معلقات سبع سے
بہت بلند و برتر اور تاریہ معنی میں رفیع تر ہے۔ اس قصیدہ کو
دحلانی نے اپنی کتاب اسنى المطالب ص ۱۰۰ میں اور ابراہیم رفعت

نے اپنی کتاب مرآة الحرمين جلد ثانی ص ۹۲ طبع مصر میں نقل کیا ہے۔

علامہ ابراہیم رفعت پاشا اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :-

هذه قصيدة عامرة تعلوا على المعلقات جنات
واداء معنى وصدق قول (مرآة الحرمين جلد ۲ ص ۹۲)
طبع مصر یعنی یہ قصیدہ پُر معنی بہت صدق قول اور مطالب کے لحاظ
سے معلقات سے بلند ہے۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اشعار منقبت رسول، فضائل
نفس، اخلاق کریمہ، جذبہ اثار و فداکاری، شجاعت و شہامت
اور بہت سے تاریخی حقائق پر مشتمل ہیں جن میں اسلامی روح، خدا پرستی
و حق کو شہی کی ترویج ہے۔ اسی بناء پر امیر المومنین علی مرتضیٰ ارشاد
فرماتے ہیں :-

تعلموا شجرة ابي طالب و علموه اولادكم فانهم كان
على دين الله وفيه علم كثير (مستدرک) ہنج البلاغہ لہادی
کا نشفت الخطاء جلد دوم ص ۳۰ طبع نجف

ترجمہ :- ابوطالب کے اشعار کو حاصل کرو اور اس کی تعلیم اپنی

اولاد کو دو۔ اس لئے کہ وہ دین خدا پر تھے اور اسی میں دین کثیر ہے۔
مدلیقہ صغریٰ جناب زینب الکبریٰ اسی دادا کی پوتی ہیں جو
نثر و نظم میں علم و ادب کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ ان کے ادبی
کمال پر ہم ادب کے غور و فکر کے لئے ان کی نظم و نثر کے چند
نمونے پیش کرتے ہیں چونکہ اس مختصر تالیف میں اس سے زیادہ
کی گنجائش نہیں ہے۔

قریش کے مظالم پر سرکار رسالت محمد مصطفیٰ ارواحنا
لہ العدا سے اپنی حمایت کا ان الفاظ میں اظہار فرما رہے ہیں۔
واللہ لن یصلوا الیک یجمعہم - حتی اوسعہ فی التراب دفینا
ترجمہ:- یعنی (اے اللہ کے رسول! اے جانِ علم!) خدا کی قسم
جب تک میں زندہ ہوں یہ آپ کے دشمن اپنی مجتمع کوششوں کے
باوجود آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔

سچ ہے اسلام نے حضرت ابوطالب کے وقار، حضرت خدیجہ
کے تمولی و ثروت، سرکار رسالت کی رسالت، حضرت علی کی شجاعت،
فصاحت و بلاغت اور خاندان رسالت کی قربانیوں میں نشو و نما

کی منازل طے کی ہیں حضرت ابوطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے
بھائی حضرت حمزہ کے اظہار اسلام پر فرماتے ہیں:-

فصباً اباً یعلیٰ علی دین احمد
وکن مظهرًا للدين وفقت صابراً

یعنی اے ابویعلیٰ (حمزہ) آپ دین احمد پر ثابت قدم رہیں
اور پورے استقلال سے دین اسلام کا اظہار کرتے رہیں۔ خدا
کرے آپ اللہ کی توفیقات سے مالا مال رہیں۔

حضرت ابوطالب نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں قریش کو
جو وصیت فرمائی ہے اس کا سرسری مطالعہ بصیرت کی آنکھوں میں
روشنی پیدا کر سکتا ہے۔ آپ قریش سے خطاب کرتے ہوئے
فرماتے ہیں:-

انی اوصیکم بتبغیم هذا البیت یعنی الکعبۃ فان
فیہا امر صاۃ للرب وقواماً للمعاش وثباتاً للوطاء
صلوا ارحامکم فان وصلة الرحم فساءۃ وفسحة
فی الاجل وزیادة فی الحد ووا ترکوا البغی والعقوق

بہم اھلکت المقرون قبلکم اجیبوا لداعی اعیینوا
 السائل فان فیہما شرف الحیاة والمہات وعلیکم
 بصدق الحدیث واداء الامانة فان فیہما عجبۃ فی
 الخاص ومکرمۃ فی الانام اوصیکم بحمد خیرا فانه
 الامین فی قریش والصديق فی العرب وهو الجاح
 لكل اوصیکم بہ وقد جاء باہر قبلہ المجلات
 وانکرہ اللسان فخافۃ الشنان رايم الله کافی
 النظر الی صعالیک العرب ماھل الاطراف
 والمستفیضین من الناس قد اصابوا دعوتہ
 وصدقوا کلمتہ وعظمو امرہ فحاض بهم فی غمرات
 الموت فصارت رؤساء قریش وضاریدھا
 اونا بہ ردھا خراجا وضغفاءھا اربابا و
 اخا اعظمھم علیہ احرھم الیہ والیعدھم منہ اعظام
 عنده قد محضۃ العرب وادھا واعظمۃ قیادھا یا معشر
 قریش اکون الہ ولایۃ وخریۃ حماۃ والہ لا یسلک

سبیلہ الارشد ولا یاخذ احد بھدۃ الا سعد
 ولو کانت لنفسی مدۃ ولا جلی تاخیر لکففت عنہ
 المحضر اھنر ولو فعت عنہ الادلغی وقال لھم مرۃ
 لئن تزاو بخیر ما سمعتھن من محمدا وما اتبعتم امرہ
 فا طیحوہ وترشدوا ۛ

ترجمہ ۱۔ میں نہیں غانہ کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں۔ اس
 سے خدا کی رضا حاصل ہوگی اور اصلاح معاش کا وسیلہ اور روزی
 کا سہارا ہوگا۔ صلہ رحمی اختیار کرو۔ اس سے عمر میں زیادتی اور نسل
 میں ترقی ہوتی ہے۔ بغاوت و نافرمانی چھوڑ دو ان دونوں باتوں
 سے اگلی قوم میں ہلاک ہوئیں۔ سچے مذہب کی دعوت دینے والے کی
 بات سنو۔ سائل کی حاجت پوری کرو۔ ان دونوں میں شرف حیات و
 ممات ہے۔ سچ بولو اور امانت ادا کرتے رہو، ان باتوں کی وجہ
 سے خواص محبت کرتے ہیں اور عوام عزت کرتے ہیں۔ محمد کے بارے
 میں میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ قریش انہیں امین سمجھتے ہیں اور تمام
 عرب انہیں سچا مانتے ہیں جن باتوں کی میں نے تم کو وصیت کی

وہ سب ان میں موجود ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے کہ آئے ہیں جسے لوگوں کے دل قبول کر چکے ہیں اور زبانیں دشمن کے خوف سے انکار کرتی ہیں خبر کی قسم! میں دیکھتا ہوں کہ عرب کے فقیہ اور قرب و جوار کے باشندے اور کمزور افراد ان کے پیام کو قبول کر چکے ہیں اور ان کے کلام کی سچائی کو تسلیم کر چکے ہیں اور ان کے امر کو بڑا سمجھ چکے ہیں۔ وہ ان کو لے کر موت کے بھنور میں کود پڑے ہیں اور قریش کے سردار ادنیٰ درجہ کے ہو گئے ہیں جو زیر دست تھے وہ زیر دست بن گئے ہیں جو محمد سے اپنے کو بڑا جانتے تھے وہ ان کے محتاج ہو گئے ہیں جو ان سے دور تھے ان سے قریب ہو گئے ہیں، اعراب نے ان کی خالص دوستی حاصل کر لی ہے اور اپنے کو ان کے حوالہ کر دیا ہے۔ اے قریش! ان کے دوست بن جاؤ اور ان کے گروہ کے حامی رہو۔ خدا کی قسم جو ان کے لئے پیچھے کا کامیاب ہو گا جو ان کی سیرت اختیار کرے گا سعید ہو گا اگر میری زندگی اور ہوتی اور میری موت کچھ دیر کرتی تو میں ان سے ہر قسم کے مصائب کو ٹالتا۔ جب تک تم محمد کی بات سنتے رہو گے

اور ان کے احکام کی پیروی کئے جاؤ گے تمہارے لئے ہر طرح کی بہتری ہو گی۔ دیکھو ان کی اطاعت کرو، ہدایت پاؤ گے۔ یہ تمام پیشین گوئیاں حضرت ابوطالب علیہ السلام کی پوری ہوئیں اور حضرت رسالت مآب نے جس طرح دنیا کی تقدیر بدلی اور جو نئی دنیا پیدا کی وہ سب حضرت ابوطالب کے تصور صادق میں ہی تھی۔ ان کی وصیت کا ایک ایک لفظ ان کی تمنا کا آئینہ دار ہے۔ یہ وصیت ان کی وصیانہ شان کی شاہد ہے وہ حضرت اسمعیل کے آخری وصی تھے اور جس طرح حضرت موسیٰ کے آخری وصی حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ کی تصدیق و اعانت پر مامور تھے اسی طرح حضرت ابوطالب عمران سرکار رسالت محمد مصطفیٰ کی اعانت پر مبعوث تھے۔ اگر حیات مستعار نے مہلت دی تو ہم اسلام و عصمت ابی طالب کے نام سے اپنی تالیف شائع کریں گے جسے ہم نے لکھنا شروع کر دیا ہے۔ دما تو فیقی الا باللہ دھرمی الترفیق و بیہ ازمتہ المتحقق

علیٰ جناب ام المصائب زینب طاہرہ اس نانا کی نواسی ہیں جن سے زیادہ فصیح و بلیغ تاریخ ادب عربی کو معلوم نہیں سرکار رسالتؐ وہ خطیب ہیں جن کا نطق وحی اور جن کے لب ہائے مبارکؐ کی جنبش الہام ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی کتاب المزہر میں شانِ نطق ختم رسالتؐ پر اس طرح رقمطراز ہیں :-

”بلغ النطق بالصناديق قصصها بخلق على الاطلاق“

(المزہر جلال الدین سیوطی جلد اول ص ۱۰۳)

”نطق کے لحاظ سے سب سے زیادہ بلیغ اور مطلق طور پر ساری مخلوق سے زیادہ فصیح ہیں محمد مصطفیٰؐ ارواحِ اقدسہ الفدا کی اعجازِ بیانی اور حسنِ تعبیر سے دنیا سے عرب نے فائدہ اٹھایا غیروں نے جن کی ادبی رفعت سے استفادہ کیا ہو ان کی نواسی خطیبہؐ آلِ محمدؐ نے اُن کا کلام کس قدر پیش نظر رکھا ہو گا۔ سرکار رسالتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق علمائے ادب کا بیان ہے :-
فقد كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم

في فصاحة قوله وبلاغة لسانه جالمحل الافضل والموضح الذي لا يجمل سلاسة طبع وبراعة منزع وإيجاز مقطع وفصاحة لفظ وجزالة قول وصحة محام وقلة تكلف ادق جوامع الكلم وخص بديع الحكم وعلم السنة الحرة ويخاطب كل أمة منها بلسانها منها ويخاطبها بلغتها ويباريها في منزع بلاغتها والمجمل في تاريخ الادب العربي من طبع مصر

ترجمہ :- یعنی سرکار رسالتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصاحت قول و بلاغت لسان کے اعتبار سے افضل ترین محل پر فائز ہیں بلکہ آپؐ کی سلاستِ طبع اور بے نظیر و مافوق الطائفة اقتدارِ لسان اور مختصر تسکین، فصیح الفاظ پر مغز کلمات، اور صحیح معانی پر مشتمل ہونے اور ادائے مطلب میں کسی طرح تکلف نہ ہونے کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرتؐ کو جوامع الکلم عطا کئے گئے، اور بدائع الحکم کے ساتھ آں حضرتؐ مخصوص ہوئے۔ آپؐ جمیع السنۃ عرب سے واقف تھے اور ہر امت و قوم و

بقید سے اسی کی زبان میں کلام فرماتے تھے۔ اسی طرح کہ بلاغت میں آپ سب سے بڑھے رہتے تھے۔

رسول اللہ ایسے ہی قبائل میں رہے جسے جو خالص عربی بولنے والے اور شیریں کلام تھے، بنی ہاشم میں پیدا ہوئے قریش میں نشوونما پائی اس لئے حضرت فطری طور پر افصح العرب تھے (تاریخ الادب العربی ص ۱۵ طبع مصر)

مشہور ادیب عباس محمود العقاد لکھتے ہیں :-

”حضرت محمد قریشی تھے قبائل عرب کے تمام لہجات سے عالم تھے یہاں تک کہ وہ قبیلے جو اطراف عرب کے دور و دراز مقامات پر رہتے تھے انکے لہجوں سے بھی حضرت

لے الجبل فی تاریخ الادب العربی کی تالیف عصر حاضر کے یگانہ روزگار علماء ادب و ماہرین لسانیات اور مؤرخین نے کی ہے، ڈاکٹر طہ حسین مصری، احمد الاسکندری احمد امین، علی المجازم، عبدالعزیز بشری و احمد حنیف :-

فیصح اللغۃ، فیصح اللسان اور فیصح الاوا تھے۔

(عقربۃ محمد ص ۱۲۶ طبع مصر)

بہر حال اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت افصح العرب تھے اور خود حضرت کا بھی اپنے متعلق یہی ارشاد ہے انا افصح بالنطق بالضاد (میں ہر عربی بولنے والے سے زیادہ فیصح ہوں) انا افصح العرب (میں عربوں میں سب سے زیادہ فیصح ہوں) (کتاب المزہر لسیوطی جلد اول ص ۱۳۱ طبع مصر)

حضرت محمد مصطفیٰ کی رفعت ادبیہ کے متعلق آپ کے اثرات و ارشاد التلاذذہ۔

حضرت علی مرتضیٰ ارواحنا لہ الفدا فرماتے ہیں :-

قال قال علی رضی اللہ عنہ ما سمعت کلمۃ الحریریۃ من العرب الا وقد سمعتها عن النبی صلعم وسمعتہ یقول ما تہتفت النفا و ما سمعتها من عربی قبلہ (کتاب المزہر جلد اول ص ۱۳۵)

ترجمہ :- میں نے کوئی کلمہ کسی عرب سے نہیں سنا لیکن یہ کہ رسول اللہ

سے میں نے اس کو نہ سنا ہو اور میں نے "نات حقت الفہ" کے حکم کو سب سے پہلے رسول اللہ سے سنا اس سے پہلے اس کلمہ کو میں نے کسی عرب سے نہیں سنا تھا (۱)۔

خطیبہ آل محمد ایسے رفیع الشان اور ایسے طلیق اللسان نانا کی نواسی اور ان کے کمالات کی منظر ہے اور اس خاندان اہل بیت کی فرد ہیں جو حامل علوم لدنیہ ہیں۔

(۱) اس بنا پر قصیدہ لامیہ جو السمؤل بن عادیا کی طرف منسوب ہے اور جس پر یہ کلمہ وارد ہوا ہے، اسکو ممنوع کہا جاتا ہے جیسا کہ الاساذ احمد حسن الزیات کہتے ہیں۔ اس کلمہ کا قصیدہ لامیہ مشہورہ میں وارد ہونا جو سمؤل کی طرف منسوب ہے اس امر کی دلیل ہے کہ یہ پورا قصیدہ یا اس کا بعض حصہ سمؤل بن عادیا کا نہیں ہے بلکہ اس کی طرف غلط منسوب ہے۔

(حاشیہ تاریخ الادب العربی ص ۸۹)

خطیب منبر سلونی

شفیحہ روزہ جزا علیاً جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا اس باپ کی بیٹی ہیں جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افصح الناس ہیں۔ جو نہ صرف تاریخ عرب میں بلکہ تاریخ انسانیت میں سرنامہ شجاعت و بلاغت ہیں۔ عالم اسلام سرکار ولایت علی ابن ابی طالب علیہا السلام کی فصاحت و بلاغت، خطابت و طلاق کما سکہ ماننے پر مجبور ہے۔ اسلامی دنیا کا متفق فیصلہ ہے کہ امام الخطباء علی ابن ابی طالب کی زبان و قلم سے نکلے ہوئے الفاظ کلام مجید اور حدیث رسول اکرم کے بعد انسانی کلام سے بالا ہیں۔

احمد ہاشمی المصری نے اپنی کتاب جو اہر الادب میں اور احمد حسن الزیات نے اپنی کتاب تاریخ الادب العربی میں اور ابن حجر الاموی نے اپنی کتاب خزائن العرب میں جناب امیر علیہ السلام کا ذکر خیر ان الفاظ میں کیا ہے اور آپ کے آستان خطابت پر اس طرح

خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

افصح الناس وافصح الخطباء على الاطلاق بعد رسول الله
امام الخطباء و الخطيب المسلمين و امام المنشئين و المقدم
في فنون البلاغة على الملأ بالبلد و المحضر
(جواہر الادب جلد ۲ ص ۴۴، تاریخ الادب العربی
ص ۱، خزائن الادب ص ۴۶)

یعنی علی تمام لوگوں بلکہ تمام خطیبوں میں رسول اللہ کے بعد
علی الاطلاق سب سے بڑے خطیب ہیں۔ وہ خطیبوں کے پیشوا مسلمانوں
کے سب سے بڑے خطیب اور انشاء پر وازدوں کے امام ہیں۔ شہری
اور بدوی ماہرینِ بلاغت پر انہیں فنونِ بلاغت میں فوقیت حاصل
ہے۔

الاستاذ علامہ السید احمد الہاشمی بک لکھتے ہیں :-

”رسول اللہ کے بعد حضرت علی افصح الناس ہیں اور باعتبار
علم و تدبیر و استقرار علی الحق تمام لوگوں سے زیادہ افضل و برتر ہیں
اور رسول اللہ کے بعد تمام عربوں میں علی الاطلاق آپ ہی

امام الخطباء ہیں اور حضرت کے خطب بکثرت ہیں۔

(جواہر الادب فی ادبیات و انشاء لختہ العرب الجزء الثانی
ص ۴۴ و ص ۴۶) (طبع مصر الطبع تراجم المجلد العشرہ)

الاستاذ احمد حسن الزیات لکھتے ہیں :-

”رسول اللہ کے بعد سلف و خلف میں علی سے زیادہ فصیح
گفتگو و کلام میں اور تقریر و خطابت میں کسی دوسرے کو ہم نہیں
پاتے۔ آپ ایسے حکیم و فلسفی تھے کہ آپ کے بیان سے حکمت
کے چشمے پھوٹتے تھے اور آپ کی زبان سے خطابت کے دریا
اُبلتے تھے اور آپ ایسے واعظ تھے کہ سامعین کے قلوب سماعت
کو و اعظ سے چمک دیتے تھے، اور آپ کے مکاتیب و رسائل
دلائل کی انتقاہ گہرائیوں پر مشتمل تھے اور حضرت بالاجماع تمام
مسلمانوں میں سب سے افضل و برتر خطیب و انشاء پر وازدوں کے
امام تھے۔ حضرت کے وہ خطبے جن میں آپ نے لوگوں کو حیراد
کے لئے آمادہ کیا ہے اور وہ رسائل جو معاویہ کے نام ہیں
اور وہ خطبے جن میں طاؤس، چنگاڑ، خفاش اور دنیا کے اوصاف

آپ نے بیان فرمائے ہیں اسی طرح وہ خط جو مالک اشتر کے نام ہے سب کے سب برائے عقل بشری اور معجزات زبان عربی میں شمار ہوتے ہیں۔ اور آپ کا یہ کمال نتیجہ ہے، اس اختلاط و ارتباط کا جو آپ کو رسول کے ساتھ محتاج جس کی بنا پر آپ پہنچنے ہی سے رسول کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے کثرت و خطابت سے کام لیتے رہے۔

(تاریخ الادب العربی ص ۱۷۷ طبع مصر)

خطبات جناب امیر پر اعتراض کے جواب میں ثامن جلیل علیہ السلام سید سبط الحسن الہندی تحریر فرماتے ہیں :-

”اس سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عصر حاضر کا انسان روحانیت کی منزل سے اتنا دور ہو چکا ہے کہ اب وہ مادیت سے الگ ہو کر کچھ نہیں سوچنا چاہتا، بلکہ روحانی اور مابعد الطبیعیاتی مسائل پر بھی اس کی نگاہ غلط مادی و طبعیاتی حیثیت سے پڑنے کی عادی ہو گئی ہے۔ اسی وجہ سے ہر امر میں موجودہ دنیا کا نقطہ نظر بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ دہریت کا سیلاب موجودہ دنیا کو بہائے لئے جا رہا ہے آج یورپ کے خود ساختہ نظریات و

غلط رجحانات کو حقائق کا درجہ دے دیا گیا ہے اور جو حقائق واقعہ تھے، ان کو غلط عقل بتلا کر غیر مکمل تمدن کی روایات بتلایا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان بھی قرآن و حدیث کا مطالعہ ایمان و یقین کی نگاہوں سے نہیں بلکہ مادیات کی عینک لگا کر کرتا ہے اور اپنے عقائد و مسلمات سے دور ہوتا جاتا ہے۔ یہیں اس کی نئی نئی مثالیں روز ملتی رہتی ہیں لیکن تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ظاہر اعتبار سے ایک سنی مسلمان ڈاکٹر خصوصی پی۔ ایچ ڈی جو عراقی عرب ہیں اور لندن یونیورسٹی میں عربی ادب کے معلم ہیں وہ ہنج البلاغہ کو یورپی انداز پر تاریخی تحلیل و تجزیہ سے جانچنے کی سعی نامشکورہ فرماتے ہیں اور اس کے بعد یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مستدرجات ہنج البلاغہ کا اکثر حصہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب صلوٰۃ اللہ علیہ کا نہیں ہو سکتا بلکہ دوسرے نامعلوم اشخاص کا کلام ہے۔ خصوصی کے انکار کی بنیاد صرف اس امر پر ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ عربی تمدن میں ارتقائی علوم و فنون کا نام و نشان نہ تھا۔ امیر المؤمنین کیونکر اس پر قادر

ہوئے کہ منتہائے فصاحت و بلاغت کے ساتھ حکیمانہ خطب و اقوال کو عربوں کے سامنے پیش فرمایا، حالانکہ مسلمانوں کے مسلمات عقائد میں سے ہے کہ محمد و آل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین علوم کو دیکھتے رکھتے تھے، وہ محتاج درس و تدریس نہ تھے، یہ عقیدہ صرف شیعوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت بھی یہی مسلک ہے جس کی ایک فرد خود ڈاکٹر غلامی بھی ہیں جو کہ علامہ شہاب الدین احمد بن عبدالقادر الحفظی البجیلی الشافعی اور علامہ شیخ عبداللہ بن محمد بن عامر الشبراوی الشافعی تحریر کرتے ہیں۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ الْبَيْتَ صَانِدًا لِّلْفَضَائِلِ كُلِّهَا عِلْمًا وَحِلْمًا
فَصَاحَةً وَبِدَاجَةً وَجُودًا وَشَجَاعَةً فَعِلْمُهُمْ لَا تَنْتَرِفُ
عَلَى تَكْمُلِهِ دَرَسٌ وَبِزْدِهِ لِيَمُهِمُ فِيمَا عَلَى مَا كَانَتْ بِالْأَمْسِ
بَلْ هِيَ مِثْلُ مَا هَبَ مِنْ مَوْلَاهُمْ مِنْ أَنْكَرِهَا وَارَادَ سِتْرَهُ
كَانَتْ كَمَنْ أَلَادَ وَجْهَ الشَّمْسِ وَمَا سَالَهُمْ فِي الْعُلُومِ مَسْفِيَةً
وَدَقِيقًا وَلَا جَرَى مَعَهُمْ مِثْلُ الْفَضْلِ قَوْمٌ لَا عَجْنَ وَلَا

تَخَافُوا وَكَمْ عَانِيُوا فِي الْمَجْلَادِ الْمَجْدَالِ أَمْرًا فَتَلَقَّيْهَا
بِالصَّبْرِ الْجَمِيلِ وَمَا اسْتَكْبَرُوا وَمَا ضَعُفُوا لِقَرَارِ الشَّقَاقِ
إِذَا هَدَرَتْ شَقَاقُ شَتْمِهِمْ وَتَمَنَّمَ الْإِسْمَاعُ إِذْ قَالَ
قَالَ لِيَعْلَمُ وَلَطَقَ نَاطِقُهُمْ سَجَايَا خَصَمِهِمْ سِجَا خَالِقِهِمْ
ترجمہ: اہل بیت رسول تمام فضائل و کمالات علم و حلم و فصاحت و بلاغت، صباحت و ذکاوت و دہانت و جودت و حماست و شجاعت کے مالک تھے، ان کے علوم سبق حاصل کرنے اور درس و تدریس کے محتاج نہ تھے اور نہ ایسا تھا کہ ان کے علوم میں تدریجی ترقی ہو، بلکہ ان کے علوم خدا داد تھے جو شخص اس سے انکار کرے اور پردے ڈالنا چاہے تو اس کی کوشش ویسی ہی بے کار ہے جیسے آفتاب کو پہلوں میں چھپا دینے کی لا حاصل کوشش۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ان سے سوال کرنے والوں نے سوال کیا ہو اور جواب دینے میں انہیں غور و فکر کا توقف ہوا ہو، اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ یہ میدانِ فضل میں سب سے آگے نہ رہے ہوں۔ اہل بیت کے سامنے کتنی

کے متعلق ان سے حکمتیں مروی ہیں۔ آپ کے خطوط و اقوال اور خطبے حکمتوں سے اس کثرت سے بھرے ہوئے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت جہاں بھیٹ جاتے تھے، حکمت کا خزانہ لٹاتے تھے۔ بلکہ آپ کے تمام اقوال و اعمال حکمت کے دریائے جود سے سیرجہ و تجربہ اور آزمائش اور کامل ترین نذیر کی کے سرچشمے سے پھوٹ نکلے تھے۔

استاذ فواد خرام بیروت کے عیسائی ادیب نے، نبی البلاغہ کے ایک انتخاب میں لکھا ہے :-

”آج ہم منتخبات نبی البلاغہ کی اشاعت سے اپنے کام کی ابتدا کرتے ہیں، یہ کلام ہے امام علی بن ابی طالب کا جو اسلام کے پہلے مفکر ہیں۔“

جناب زینب ایسے باپ کی بیٹی تھیں، باپ حبیب دل و دماغ رکھتی تھیں اور فصاحت و بلاغت میں اپنے باپ کی وارث تھیں سیدہ زینب فیصلۃ العرب محصورہ کوین حضرت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا جیسی ماں کی بیٹی تھیں جو عالم سرائیت میں زور محمد کا برون، سرکار رسالت کے اخلاق و فضائل کا جو ہر اور نور و برکت

ہی سختیاں اور معرکے پیش آئے لیکن انہوں نے صبر و وقار کے ساتھ ان کو بھینلا اور ان کو گھسی کوئی شرمندہ و ضعیف نہ کر سکا۔ دنیا کی فصاحتیں ان کی فصاحت کے آگے گرد ہو گئیں جب ان کے بولنے والوں میں سے کوئی بولا اور کوئی برسر لفظ بھڑا تو دنیا کے کان ان کی آواز سننے میں محو ہو گئے۔ یہی وہ تمام صفیتیں ہیں جن کے ساتھ ان کے خالق نے انکو مخصوص کیا ہے۔
ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللہ آل للجمعی مخطوط ۵۸۰ کتاب الاتمام بحسب الاشراف شبراوی ص ۱۹ طبع مصر

ہیں ڈاکٹر خلوصی کے اس بیان پر سخت رنج و ملال ہوا۔ اس بیان سے ان کے باوجود مسلمان ہونے کے عدم عرفان امیر المومنین ظاہر و باہر ہے، حالانکہ ایک عیسائی ادیب عبدالمجید انطاکی جریدۃ العمران مصر کے مدیر نے امیر المومنین کی بارگاہ خطابت میں اس طرح اپنا خراج عقیدت پیش کیا ہے: ”حکمتیں حضرت علی سے منقول ہیں اور وہ بغیر سبوت و اختلاف سیدہ الحکماء ہیں۔ اطمینان اور ناگوار زندگی کے ہر دور

کا درخشندہ ٹکڑا ہیں۔

ابوالفضل احمد بن طاہر نے اپنی کتاب ”بلاغت النساء“ میں سیدہ طاہرہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی فصاحت و بلاغت کا اس طرح تذکرہ کیا ہے۔

”جناب زہرا ایسی خطیبہ ہیں کہ حضرت کے خطبات ”بلین الخطب وجوامع الکلم“ ہیں، معرفت قرآن بلاغت کلام، و فصاحت بیان کے اعتبار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بول رہے ہیں۔“
بلاغت النساء ص ۱، ص ۲ طبع قاہرہ والسلاغة الفاطمية فاطمة زہرا مطبوعہ نجف

علیہا جناب زینب اس ماں کی بیٹی تھیں اور ایسی ماں کی ذہنی صفات کی وارث تھیں اور صدیقہ طاہرہ کی فصاحت و بلاغت انہیں ورثہ میں ملی تھی۔

زینب طاہرہ سرکارِ امن سبط اکبر حضرت امام حسن علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے خطیب مصنف (فیض و بلین بلند آواز) کی بہن ہیں جن کے

دشمن بھی آپ کے کمالات فصاحت و بلاغت و خطابت و طلاقت کے اعتراف پر مجبور ہیں (مقتل الحسین لابن المؤید الموفق احمد بن علی الخطب خوارزم جلد اول ص ۱۱ طبع عراق)

”چنانچہ ایک بار اموی سرداروں عمرو عاص، ولید بن عقبہ عقبہ بن ابی سفیان اور مغیرہ بن شعبہ نے معاویہ سے جبکہ وہ بادشاہ تھا اصرار کیا کہ امام حسن علیہ السلام کو بلاؤ تا کہ ہم ان کے منہ پر دل کھول کر زبان درازی کریں۔ معاویہ نے جو ناشی خطابت، طلاقت، و فصاحت و بلاغت سے واقف تھا صاف کہہ دیا کہ تمہیں امام حسن علیہ السلام کی برحبتہ کوئی پہ قدرت نہ ہوگی، آخر امام حسن علیہ السلام بلائے گئے مگر ان میں سے ایک بھی مقابلہ کی تاب نہ لاسکا آخر معاویہ صاحب کہہ کر ہٹا پڑا۔“

قد انما تکم انہ ممات لا تطاق عارفہ واللہ ما نام حتی اظلم علی (لہیت) (شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۱) میں نے تم سے کہا تھا کہ حسن علیہ السلام کی برحبتہ کوئی کا تم

مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ خدا کی قسم ان لوگوں نے اپنی گویائی سے
گھر مجھ پر تیرہ و تار یک کر دیا ہے۔“

زینبؓ طاہرہ سرکار سید الشہداء ارواحنا لہ الفدا جیسے
افصح العرب اور عظیم الخطیب کی بہن ہیں، جنہوں نے اپنی
برآن اور اپنی زبان فیضِ ترجیح سے بنی نوع انسان کو آنادی اور عرب
کی راہ دکھلائی ہے۔ علامہ علائی نے یہ بات بالکل صحیح کہی ہے کہ
”حسینؑ نے سماجی بت پرستی سے لوٹنے کا راستہ دکھلا
دیا اور جنگِ آنادی کے جواز کو مہلاً بتلا دیا۔“

(ایامِ حسینؑ ص ۱۳ طبع بیروت)

مصر کے شہرہ آفاق مورخ عباس محمود العقاد لکھتے ہیں:-
”ان تمام حالات میں آپ امام حسینؑ علیہ السلام کو دیکھ کر
کیسا تعجب ہوتا تھا آپ نے اپنی خداداد خطابت سے کتنا کلام
آپ کا رنجِ عالم کی ورق گردانی کیجئے آپ کو کوئی ایسا دہرا
مجاہد خطیب نہ ملے گا، سوائے حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
کے۔ روزِ عاشور جبکہ اشعیا کے لشکر میں حسینؑ کی آواز کو

دبانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ شروغل برپا تھا، جنگی
بابے بچ رہے تھے، سواروں کی نقل و حرکت اور ان کے
گھوڑوں کی صداؤں سے کربلا کا صحرا گونج رہا تھا۔ حسینؑ
ہی کی آواز میں قدرت تھی جس نے دفعتاً سب کو خاموش
کر دیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ صحرائیں کوئی نہیں ہے۔
قریب و بعید ہر متنفّس نے حسینؑ کی تقریر کو سنا اور سمجھا۔
لشکرِ یزیدی میں کوئی یہ نہ کہہ سکا کہ ہم نے حسینؑ کے خطبہ کو نہیں
سنا۔“ (ابوالشہداء للعباس محمود العقاد ص ۱۳ طبع مصر)

حضرت سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام نے جہاں اپنی خطابت
کی تلوار سے محاذِ کربلا کو فتح کیا تو جناب زینبؓ سلام اللہ علیہا نے
اپنی خطابت و طلاقتِ لسان کی تیغِ برآن سے محاذِ کوفہ و محاذِ دمشق کو فتح کیا۔

عہدِ عشق دو باب است کربلا و دمشق

یکے حسینؑ رقم کرد و دیگرے زینبؓ

جیسا موقعہ امام حسینؑ علیہ السلام کے لئے تھا و ایسا ہی موقعہ علیا
جناب زینبؓ طاہرہ کو درپیش تھا۔ بازارِ کوفہ جہاں ہزار ہا انسانوں

کی چیخ و پکار شور و غوغا سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی یہ
شریکۃ الحسین ہی کا کام تھا کہ جب اشارہ کر کے آپ نے خاموشی
برجائے کا حکم دیا، تمام آوازیں رک گئیں۔ کسی نے سانس تک نہ
یہ معلوم ہوتا تھا کہ شہر و بازار نہیں بلکہ ایک سنگھان بیابان ہے۔
خاموشی اور سناٹے کے عالم میں آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد
فرمایا، معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ نہیں بلکہ ہر حرف شرر بار ہے جو گہرے
لوگوں کو بے جان تیار ہی ہے۔ سب لوگوں پر خاموشی طاری ہے۔
اس خاموشی میں رونے کی سسکیاں بلند ہیں۔ حیرت و استعجاب کا
طاری ہے۔ ادھر آپ نے کلام کو ختم کیا۔ ایک مرد ضعیف
آگے بڑھ کر ان الفاظ میں بارگاہ عصمت میں خراج تحسین پیش کیا
”اے آل محمد! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تمہارے
بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں اور تمہارے جوان بہترین جوان
ہیں اور تمہاری نسل بہترین نسل ہے۔ تم کو کوئی ذلیل و رسوا
نہیں کر سکتا؟“
ذینب طاہرہ کے فصیح ترین بھائی حضرت امام حسین علیہ السلام

کے متعلق الاستاذ حسن احمد لطفی البیرونی لکھتے ہیں:-

فی بیت البقرة المشرفة بالانسانية المثلى والمتصلة
بالسماء لوشايج الوحى الالهى من ابى هو على ابن اجد
طالب الذى كانت عنوات المروءة والموءجة لیس فی
التایخ العربی وحده وفى التایخ الانسانية جمعا ومن امهم فی المدة الزهراء
بنت محمد بن عبد الله اللتى تحتل قبره من روحه
وفیضا من نوره ولد فی احدی الیامی شعبات
من السنة الرابعة للهجرة طفلا کالاطفال
تطلع الانسانية من وجوده وکانتها من معانی
الالهیة قد دعی ذالک الطفل حیثا
(الشہید الخالد الحسین ابن علی لدرستاز حسن احمد لطفی البیرونی
دارالہلال)

ترجمہ:- نبوت کے ایسے گھر میں جہاں مثالی انسانیت روشن و
منور ہے، ادر جس گھر کا رابطہ وحی خداوندی کے ذریعہ آسمان
(عرش الہی) سے وابستہ ہے۔ علی ابن ابی طالب جیسے باپ سے جو

نہ صرف تاریخ عرب میں بلکہ تاریخ انسانیت میں سمرنامہ شجاعت و
جو انفرادی ہے، اور فاطمہ زہرا جیسی ماں سے جو روح محمد و نور رسالت
کا ایک درخشندہ ٹکڑا ہے۔ یعنی ایسے دونوں مثالی ماں اور باپ سے
شعبان سیدہ کو ایک بیٹا پیدا ہوا۔ یہ بچہ معمولی بچوں کی طرح نہ تھا
بلکہ انسانیت کو ثمرات بخشنے والا اور معنی الوہیت کا مظہر تھا۔ یہی
وہ بچہ تھا جو حسین کے نام سے مشہور ہوا۔

اسی بھائی کی بہن زینب بھتیجی۔ دونوں کا توارث صفات ایک
دونوں کی آغوش ہائے تربیت ایک۔ اگر بیروت کے رہنے والے
ایک لبنانی عالم نے زینب سلام اللہ علیہا کے بھائی کی ان الفاظ
میں تعریف کی ہے تو زینب سلام اللہ علیہا کی کنیزوں اور غلاموں
کا ایک ادنیٰ پاکستانی غلام محمد لطیف انصاری اسی پہنچ میں اپنی
مخدومہ کو نبیؐ علیا جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ اقدس
میں اپنی عقیدت کے پھول ان الفاظ میں پیش کر سکتا ہے اور اس
کا حق ہے کہ وہ کرے۔

بذات کے ایسے گھر میں جہاں قدرت عالم نسوانیت کو بلند

روشن کرنا چاہتی تھی، اُس نسوانیت کو جسے دنیا بھر کے انسانوں نے
تجربہ لذت میں پھینک رکھا تھا اور جس گھر میں خاتم الانبیاء کی نسل کا
سلسلہ صنف نسواں کی مایہ ناز فرد سرکار عصمت و طہارت فاطمہ زہرا
سے جاری ہونا تھا، علی ابن ابی طالب جیسے معصوم باپ، جن کا کلام،
الہی کلام کے بعد انسانی کلام سے بلند ہے اور فاطمہ زہرا جیسی
معصومہ ماں جو طبقہ نسواں کی محمد ہیں اور ختم نبوت کا ایک حصہ ہیں
اپنی دونوں مثالی اور انسانیت کے لئے نمونہ عمل کا ماحول معصوم ماں باپ
سے ۵ جمادی الاول ۳۰ھ میں ایک بچی پیدا ہوئی جو معمولی بچیوں کی
طرح نہیں تھی بلکہ اسلام کی کشتی کو جو منجھدار میں ڈگمگا رہی تھی قید
کی وجہ سے بندھے ہوئے مقدس ہاتھوں سے پار لگانے والی تھی۔
یہ خاندان رسالت کی لاج رکھنے والی بی بی یحییٰ جس نے استبداد و
ظلم کی تاریخ گھٹاؤں میں حق کو روشن کر دیا۔ یہی وہ مخدومہ ہیں جو
زینب (باپ کی زینب) کے نام سے مشہور ہوئیں اور جہنوں نے
خطابت میں وہ مقام حاصل کیا کہ جب وہ کوفہ کے بازار میں خطابت
فرما رہی یحییٰ تو سننے والے یہ کہہ رہے تھے کا تھا قصر غ عن

لسان المہینت" گویا علی کی تیغ زبان کام کر رہی ہے۔

(بلاغت النساء)

سیدہ طاہرہ زینب سلام اللہ علیہا کے بھائی کے متعلق ترکی مؤرخ قاضی بہلول زمکی زوری مولف کتاب بغیۃ الفقیہ بارگاہِ حسینی میں اس طرح خراج عقیدت پیش کر رہا ہے:-

"ہمیں کا فہرت کہ چشم روزگار مثل علی ابن ابی طالب پدرے وفاطمہ مادرے و مانند حسین ابن علی ذات با شرافت پسرے ندیدہ است (تشریح و محاکمہ تاریخ آلِ محمد ص ۱۱۱)

یعنی یہی کافی ہے کہ چشم روزگار نے علی ابن ابی طالب جیسا باپ اور فاطمہ جیسی ماں اور حسین ابن علی کی مانند ذات با شرافت بیا کسی نے نہیں دیکھا ہے۔

اسی پہنچ میں ہم اپنی محذومہ زینب سلام اللہ علیہا کی بارگاہِ عصمت میں اس طرح خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں:-

یہی کافی ہے کہ چشم روزگار نے محمد مصطفیٰ جیسا جدِ مادری اور خدیجہ الکبریٰ کی مانند جدہ مادری سرکارِ احسان حضرت ابو طالب

عمران جیسا جدِ پدری اور فاطمہ بنت اسد جیسی جدہ پدری اور علی ابن ابی طالب جیسا سراپا ایمان باپ اور سراپا عصمت و طہارت فاطمہ زہرا جیسی ماں اور سرکارِ امن امام حسن جیسا بیٹا اور سرکارِ شہادت حسین ابن علی جیسا با شرافت و غیرت فرزند اور زینب بنت زہرا جیسی با حقیقت و با غیرت و نگہبانِ ناموس بیٹی نہیں دیکھی ہے۔

علیا جناب زینب کے بھائی سرکارِ شہادت امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق سید محمد اظہار سرتاپوری نے خوب کہا ہے:-

وہی کلام وہی لہجہ لسان اللہ ہر ایک لفظ میں قرآن کی جلالت ہے
نثار کوثر و تسنیم و سبیل کا حسن عجیب روح فصاحت و عجب بلاغت ہے
تلفظ چھپے ہوئے الفاظ وہ معانی خیز کہ جیسے وحی کی پابند لب کی حرکت ہے
نبوت اور امامت کے علم کے بتور علی کا رعب محمد کی شانِ مشکوت ہے

یہی کھنی رمز نبی کے زبان چپانے میں

زبانِ حسین کی گویا زبانِ قدرت ہے

فصاحت و بلاغتِ حسینہ کے متعلق مشہور مصری مولف، مورخ و ادیب نقاد الاستاذ عباس محمود العقاد اپنی شہرہ آفاق تالیف

ابو الشہداء میں اس طرح لکھتے ہیں:-

وقد اوتی مدکة الخطابة من طلاقة لسان
حسن بیان وغنة صوت وجمال ايماء

(ابو الشہداء ص ۷۷ طبع مصر)

یعنی قدرت نے حضرت حسینؑ کو ایسا ملکہ خطابت عطا کیا جس میں طلاقت لسان، حسن صوت اور حسین اشارت سبھی کچھ موجود ہیں۔

علامہ شیخ عبداللہ الحلائی اپنی کتاب سمو المعنی فی سمو الذوات میں لکھتے ہیں:-

الاخبار عن الحسين في هذا الباب اكثر من ان تحصى
لقد كانت يحكى بالمدح مشاة في الفتيا وما اليعا من الذوات
حتى قال فيه ابن عمر انه ليخير من العلم غسراً اي ليزيد
(سمو المعنی فی سمو الذوات ص ۷۷ طبع مصر)

یعنی اس امر خاص میں امام حسینؑ علیہ السلام کے لئے بکثرت اخبار و روایات ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ کے علمی کارنامے

اور فتاویٰ دنیا کو مدہوش کرنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ ابن عمرؓ آپ کے متعلق کہتے ہیں کہ غذائے علم کو آپ نے خوب سیر ہو کر حاصل کیا ہے۔

حضرت علامہ سید سبط الحسن الہندی امام حسینؑ علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:-

”تاریخ عالم میں تنہا حسینؑ علیہ السلام کی ایسی شخصیت ہے کہ خود شہید، شہید کے بیٹے اور صدیوں تک ہونے والے شہداء کے باپ ہیں۔ اسی طرح تنہا حسینؑ کی ذات ہے کہ خود امام، امام کے بیٹے، امام کے بھائی اور اپنے بعد قیامت تک آنے والے ائمہ برحق کے باپ ہیں۔“ تاریخ عالم میں صرف حسینؑ ایک ایسے عالم و ربانی اور فصیح و بلیغ خطیب ہیں جن کے آباء و اجداد ربانی علما اور باکمال خطیب تھے، جن کے خاندان سے علم و معرفت، خطابت و طلاقت کا رواج ہوا، جن کی بہنیں عامہ غیر معلکہ و فہمہ غیر مفہمہ، جناب زینبؑ و اُمّ کلثومؑ ہیں بلکہ جن کی اولاد و احفاد میں عالمان ربانی و خطیب لاثانی کا ایک مقدس سلسلہ قائم ہے۔ دراصل نسل حسینؑ میں

جتنے عظیم المرتبہ علماء فقہاء، ادباء و خطباء، فصحاء و بلغاء اور مصنفین و
مفکرین و قائلین پیدا ہوئے اور آج بھی موجود ہیں، دنیا کی کسی
دوسری نسل میں نہیں پائے جاتے“ (بلاغۃ الحیثین اردو ص ۲)
المختصر مدلیقہ زمینیت ایسے خاندانہ عالیہ میں پیدا ہوئیں اور ایسے
مقدس ہاتھوں میں پرورش پائی جن کے ہاں فصاحت و بلاغت
خطابت و طلاقت لسان توارث کی رو سے ورثہ میں بیٹتی تھی۔
دورِ حاضر کے متعلق مفکرین مغرب اس نظر پر متفق
ہو چکے ہیں:-

”موجودہ دور میں قلم قوت میں تلوار سے سبقت لے گئی
ہے اور مقرر کی زبان، جنگجو انسانوں کی جرأت اور دلیری
سے آگے بڑھ گئی ہے کیوں کہ قوموں کی پالیسی کو طے کرنا
اور ان کی قسمتوں کا فیصلہ کرنا دیروں کی تلوار سے
زیادہ مصنفوں اور صحافیوں کے قلم اور مقصدروں اور
خطیبوں کی زبان کے ہاتھ میں ہے“

زمینیت طہرہ نے حیثیت مشن کو اپنی بلند خطابت سے کامیاب

بنایا۔ اموی لشکروں کی مادی فتح کو اپنی تقریروں سے ابدی ہزیمت
اور قیامت تک ختم نہ ہونے والی شکست میں بدل دیا۔ یہ زبان سے
فریضہ جہاد کو ادا کرنے والی مجاہدہ کر بلا فاتحہ کو نہ بھی ہیں اور
فاتحہ دمشق بھی۔ اس محذورہ کو بین اور علی کی نانہ پروردہ بیٹی نے
اپنی تقریروں سے اسلام کی لاج بھی رکھ لی۔
اپنے نانا کی لاج بھی رکھ لی، بابا کی لاج بھی رکھ لی۔ اور
اپنے بھائیوں حسن و حسین کی لاج بھی رکھ لی عرب کے فلسفی شاعر
نے کہا ہے:-

اَللّٰهُ الْعِظَامُ كَفَوْهَا الْعِظَامَ
”بڑے کارناموں کے لئے بڑے ہی نفوس درکار ہوتے ہیں“
المیہ کر بلا جیسے کارنامہ کی تکمیل کیلئے صدیقہ صخرے جیسی بلند نفس
خاتون درکار تھیں۔ اگر زمینیت نہ ہوتیں شہادتِ حسین کا مقصد وضع نہ ہو سکتا۔
خطابت کے اہم عناصر حجرات و صحابہ اور اعتمادِ نفس ہیں خطیب
آلِ محمد نے ان عناصر سے تنفاریہ فرمائیں اور اس طرح مقاصدِ
اسلام میں تازہ نوح پھونک دی۔

سلام ہو آپ پر اسے اسلام اور اسلام کے آئین
حسین کو زندہ جاوید بنانے والی خاتون!

شریکۃ الحسن کی خطابت

مندرجات کے لیے منظر اور خطیب عظیم
کا نفسیاتی جائزہ

کتاب کے نام "بلاغۃ زینبیہ" سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب
خطیبہ آل محمد، عقیدہ اہل بیت، خلیلہ کربلا، خلیلہ آل الطہار
صدیقہ صغریٰ، ام المصائب زینب بنت علیؑ سلام اللہ
علیہا کے خطبات، احتجاجات، کلمات و ارشادات کا مجموعہ ہے
کون زینب؟

مجاہدہ کربلا، محسنہ اسلام، تابستہ المذہب اشرفیۃ الحسن
جگر گوشہ خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰؐ مظلوم بھائی کی مظلومہ بہن
زینب طاہرہ ایسی شخصیت ہیں جو کسی تعارف کی محتاج نہیں

جن کے متعلق فاضل جلیل محقق نبیل عسکام بہتہ الدین شہرستانی
اپنی تالیف مینٹ "ہفتۃ الحسین" میں فرماتے ہیں:-

"زینب نصیرتہ فی ہفتہ و خلیفۃ علی صبیۃ و سورتہ
من کل احزانہ و مدیرہ امیالہ و بیوت اصحابہ
و رجالہ، لولا ہا لا لفقہ نہ یامہ بعد قتلہ
لولا ہا لا انتشر نظام اہلہ بعد انتحاب رجلہ
لولا ہا لفقہ علی خلفہ العلیلہ و انقرض فیہ الاصل

ترجمہ:- جناب زینب جو سرکار سید الشہداء کی مہم کی نصیر و دوکار
ہیں۔ ان کی بیٹیوں کی سرپرست ہیں، ہر ایک غم و رنج میں اُن کی
مولس و غمخوار ہیں اور ان کے خاندان کی اور ان کے اصحاب و انصار
کے گھروں کی انچالچ ہیں۔ اگر زینب نہ ہوتیں تو شہادت حسین
کے بعد سارا شیرازہ بکھر جاتا۔ اگر زینب نہ ہوتیں تو حبشی قافلہ کا
نظم و نسق تاراجی خیاں کے بعد درہم برہم ہو جاتا۔ اگر زینب نہ
ہوتیں تو آپ کا بیار بیٹا علی زین العابدین ختم ہو جاتا اور آپ کی
مبارک نسل منقطع ہو جاتی۔

سید العلماء علامہ علی نقی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں :-

یہی زینب بھتیجی جن کو حسین اپنی مصلحت کا ذمہ دار بنا گئے تھے۔ غور کرو اور بتاؤ کہ کیا زینب نے وہ ذمہ داری پوری نہیں کی فطرت انسانی کے کچھ جو ہر پویشیدہ رہتے اگر زینب نہ ہوتیں انسانیت کی بلندی میں ان سے امداد ملی، ان کی غیرت، شرافت اور استقلال صنعت نازک کے لئے ایک مایہ ناز اضافہ ہے۔ یتیم کے کردار نے بلند کیا صنعت نازک کا مرتبہ زینب

(مہر جالسی)

چار دانگ عالم میں حسین کا نام لیا جاتا ہے اور دنیا کے ہر گوشہ میں حسین کا ذکر ہوتا ہے، یہ کثرت ذکر بہت کچھ مجالس کا نتیجہ ہے اور ان مجالس کی بنیاد بھی اسی سوگوار جہاں نثار بہن سے قائم ہوئی جناب زینب نے علی الترتیب پہلی مجلس دمشق میں (رباعی کے ذریعہ) بعد دو سری کر بلا میں (شہید بھائی کی قبر پر) اور پھر مدینہ منورہ میں بپا کی۔

یزید جس کی ارض کر بلا پر ہر ملکن ظلم و جور کے ساتھ بزعیم خود

فخاد برباد کر چکا تھا، دمشق میں اس کا ماتم ہوا۔ یوں سمجھئے کہ یزید نے جس کو مٹایا زینب نے اسے زندہ جاوید کر دیا ہے

نشر ہوتا گیا ہے کار حسین

تم گئی ہو جہاں جہاں زینب (دشا کر جودلی)

علیٰ جناب زینب کبریٰ کے علوم مراتب پر آپ کی زیارت کے وہ الفاظ شاہد ہیں جو ہر دائرہ حرم زینبیہ میں پڑھتا ہے اور جو محصور سے منقول ہے۔

السلام علیک یا عصمة الصخرة الشہد
انک انت کنت صابرة شاکرة مجللة معظمة مکرمة
موقرة فی جمیع حالاتک و امتحاناتک حتی فی
اشدھا و اشدھما و احمی و اقرق فی هذا المكان
و اخلک عطشات مصر و عم فی غمت المحار من کثرة
البحر حاة السیف و السنان (دریافت زینبیہ)

ترجمہ :- سلام ہو آپ پر اے عصمت صخرے! میں اس بات پر شہادت دیتا ہوں کہ آپ نے تمام حالات و مصائب بلیات

اور امتحانات میں صبر و شکر سے کام لیا اور اظہارِ عظمت و جلال فرمایا۔ وقار و علم کو ظاہر کر دیا۔ یہاں تک کہ اس سخت ترین اور تلخ ترین وقت میں جبکہ آپ کے بھائی حائسہ میں (ایک گڑھے میں) پیاسے اور تیخ و سناں کے متعدد زخم کھائے پڑے تھے اور آپ یہ دھڑا شل اور جاں گداز منظر دیکھ رہے تھے۔

جناب زینبؓ اس خاندانِ ہاشمی کی چشم و چراغ تھیں جو تمام انسانی فضائل و مکارم میں یگانہ خاندان ہے۔ نظریہ ارتقاء

(EVOLUTION THEORY)

کے چار بنیادی اصول (BASIC PRINCIPLES) یہ ہیں:-

- (۱) ناموسِ توارثِ صفات (1) HERIDITY
 - (۲) ناموسِ تباہیِ طبعی (2) VARIATION
 - (۳) تنازع البقا (3) STRUGGLE FOR EXISTENCE
 - (۴) بقائے اصل (4) SURVIVAL OF THE FITTEST
- یہ چاروں اصول اجتماعی زندگی کے زینے ہیں۔

حکمائے اسلام کو فلاسفہ مغرب کے نظریہ ارتقاء (EVOLUTION ON THEORY) سے لاکھ اختلاف ہو مگر اس نظریہ کے بنیادی اصولوں سے اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ چاروں بنیادی اصول فطرت کے عالمگیر بنیادی اصول ہیں۔ اور اسلام دینِ فطرت ہے۔

توارثِ صفات

جناب زینبؓ کبریٰ کے توارثِ صفات کا عرفان سابقہ مذاق میں آپ حاصل کر چکے ہیں۔ قرآن مجید نے آپ کے توارثِ صفات کو سورہ آل عمران میں اس طرح بیان کیا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهٖمَ
اٰلَ عِمْرٰنَ عَلٰى الْعٰلَمِیْنَ ذَرِیَّتَهُ لِعِصْمٰہُمْ لِعِصْمِہٖمُ وَاللّٰہُ
مُصِیْعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران ۳۳-۳۴) آپ ۱۲۶

بیشک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم و آلِ عمران کو پاکیزگی کے لحاظ سے عالمین میں برگزیدہ کیا۔ بعض کی اولاد کو بعض سے۔ خدا سمیع و علیم ہے

سیدہ زینب آل ابراہیم سے بھی ہیں اور آل عمران سے بھی ہیں
حضرت ابوطالب و عمران کی پوتی ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ کی نواسی
ہیں۔ ان کے خاندان کا علامہ ابن خلدون مغربی نفسا اس طرح ذکر
کیا ہے :-

کوئی آدمی نہ نکلے گا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک
اس کے آباد اجداد علی الاتصال حسب و شرافت کے صفائیں نہ
ہوں۔ اگر کوئی ہے تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اُن حضرت کے تمام آباد اجداد صاحبِ مجد و شرف ہوئے ورنہ
جو شرافت قائم ہوئی اس کو زوال ہوا اور جب کسی خاندان میں
عمو شرف کی بنیاد قائم ہوئی، چار پشتوں سے زیادہ اسے ثبات
و قرار نہ ہوا (مقدمہ تاریخ ابن خلدون معرب فصل ۱۳۳-۱۳۴)

علیہا جناب زینب اور رسول اللہ کے درمیان صرف ایک واسطہ
ہے اور وہ معصومہ کوئین سرکار عصمت و طہارت فاطمہ زہرا
سلام اللہ علیہا ہیں۔ سرکار رسالت کا ارشاد ہے کہ میں محمد خدا کا
بندہ ہوں۔ ابن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم ہوں۔ خدا نے

مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے بہترین مخلوق قرار دیا پھر اس بہترین
مخلوق کے جس میں ہم میں دو حصے قرار دیئے اور مجھ کو اس کے
بہترین حصے میں رکھا۔ پھر اس بہترین حصہ میں قبیلے بنائے اور
ہم کو ان قبائل کے بہترین قبیلہ میں قرار دیا۔ پھر ان قبائل کے گھر
بنائے اور مجھ کو تمام گھروں سے بہترین گھر میں رکھا۔

(کتب المحاسن والاعتماد باب المفاخرت لمجاہظ عثمانی)

عصر حاضر کے ایک عربی شاعر نے علیہا جناب زینب سلام اللہ
علیہا کے توارث صفات کو اس طرح بیان کیا ہے :-
بجلائے احمدی مہابہ حیدر۔ قدرا بحیث ام الاممہ زینباً
”ام الاممہ فاطمہ زہرا نے حضرت زینب کو احمد عمت رکی
جلالت اور حیدر کرار کی ہیبت کے ساتھ پیدا کیا“

اب جناب زینب کے امتیازات پر نامہ جس
ناموس تباہن (VARIATION) کی روشنی میں غور
فرمایئے۔ ہم جناب زینب کبریٰ کے امتیازات کو اختصار سے
بیان کرتے ہیں :-

خطیبہ آل محمد ثانی زہرا کا اسم مبارک زینب نام کا امتیاز ہے اور یہ نام اللہ جل شانہ نے تجذیب فرمایا ہے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ اس مولودہ مسعودہ کی ولادت پر جبریل امین نازل ہوئے اور خدمت سرکار رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ بعد تحفہ درود و سلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ آپ اس دختر کا نام زینب رکھیں اس لئے کہ لوح محفوظ میں اس لڑکی کا نام یہی لکھا ہے۔ اس وقت جناب رسالت مآب نے عیبا جناب زینب کو طلب فرمایا۔ آپ کو اپنی گودی میں لیا اور بوسہ لے کر فرمایا۔ میری اس بیٹی کا نام اللہ جل جلالہ نے زینب رکھا ہے۔ میں سب حاضرین و غائبین کو وصیت کرتا ہوں کہ اس بچی کی عزت و حرمت کا ہمیشہ خیال رکھیں، کیونکہ یہ مثل خدیجۃ الکبریٰ کے ہے۔ (خصائص زینبیہ للعلامہ سید نور الدین)

لفظ زینب مرکب ہے "زین" اور "اب" سے۔ اس کے معنی ہوئے باپ کی زینت، اللہ کا یہ تجذیب کیا ہوا نام اس پر مشتق (اسم با مسمی) ہے۔ علم الہی بتلاسا ہے کہ یہ محدثہ خاندان رسالت

اپنی عظمتوں اور سر بلندیوں کے لحاظ سے باپ کی زینت ہوگی۔ کیا کہنا اس بیٹی کا جو علی جیسے باپ کی زینت ہوئے علی کی جاہ و جلالت نمود کرتی ہے زبان پر جب کبھی زینب کا نام آتا ہے

(علامہ ابن حسن نجفی)

تسمیہ جناب زینب کی تقریب سعیدہ پر سرکار رسالت کی زبان وحی ترجمان نے زینب طاہرہ کو مثل خدیجۃ الکبریٰ کہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ جس طرح اسلام کی تحریک اسی میں محسنہ اسلام ہیں۔ اسی طرح ان کی نواسی ام المصائب زینب اسلام کی تحریک الباقی یعنی تحریک حفظ بقا میں محسنہ اسلام ہیں۔ ابتدا میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اسلام کی بنیادی جدوجہد میں کام کیا تو آخر میں اسلام کی بقا کے لئے جناب زینب خاتون نے وہ کام کیا کہ اگر زینب نہ ہوتیں تو حسین نہ ہوتے اور اگر حسین نہ ہوتے تو اسلام نہ ہوتا۔

بہت مشہور کنیت: خطیبہ آل محمد، عقیقہ قریش کی مشہور

کنیت ام المصائب ہے۔ عربوں کے ہاں دستور ہے کہ ماں باپ یا اولاد کی نسبت دے کر پکارتے ہیں، مثلاً سرکارِ رسالت کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ اسی طرح جناب امیر علیہ السلام کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے۔ حضرت عمران کی کنیت البرطائب ہے اور رسول اللہ کی ایک زوجہ محترمہ کی کنیت ام سلمہ ہے۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ اور ایک عرب مورخ کی کنیت ابن خلدون ہے بعض اوقات کسی خاص صفت کی وجہ سے کنیت مشہور ہو جاتی ہے مثلاً پاکیزہ طبیعت انسان کو ابوالضفا کہتے ہیں۔

علیٰ جناب زینب کی کنیت پہلے اعتبار سے ام کلثوم ہے چونکہ آپ کی ایک صاحبزادی کا نام کلثوم تھا۔ آپ کی چھوٹی بہن کا نام ام کلثوم ہے اور آپ کی کنیت ام کلثوم اور آپ کی بہن کا نام ام کلثوم ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ عرب میں کئی بھائیوں اور اسی طرح کئی بہنوں کا ایک ہی نام ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسین نے اپنے کئی فرزندوں کا نام

علیٰ اور کئی دختروں کا نام فاطمہ رکھا۔

البتہ دوسرے اعتبار سے آپ کی کنیت ام المصائب صفاتی ہے علیٰ جناب زینب کبریٰ کی کنیت ام المصائب (معصیتوں کی ماں) ہے۔ یہ کنیت کس قدر حقیقت سے ہمکنار ہے، جن معصیتوں کی وجہ سے سیدہ عابدہ زینب ام المصائب کہلاتی ہیں۔ ان مصائب سے دوچار ہونا تو درکنار ان کا تصور بھی انسان کے بس کی بات نہیں۔ تاہم انسانی امکان کی حدود میں ہم ان مصائب کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں:-

اگر جناب زینب کی ولادت ۵ یا ۶ ہجری میں ہوئی تو وقت رحلت سرکارِ رسالت آپ کی عمر ۵ یا ۶ برس کی تھی، پہلی مصیبت جو اس کم سن بچی کے سر پہ پڑی وہ سرورِ دو عالم نانا کا ارتحال پر دلالت تھا۔ آپ کہیں گے کہ بچوں کو اس قسم کے صدمات کا احساس ہی نہیں ہوتا، مگر آپ خاندانِ رسالت کے بچوں کو اپنے بچوں پر قیاس نہ کیجئے۔ زبانِ عصمت نے ان کے متعلق فرمایا ہے:-
”مغیرنا کبیرنا“ (ہمارے چھوٹے بچے بھی ہمارے بڑوں کی مانند ہیں)

اس واقعہ ہائلہ کے بعد جو مصیبت خاندان رسالت پر آئی
اس شہزادی کی والدہ معظمہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے :-
صبت علی مصائب لو انکفا۔ صبت علی الایام صحت لیا لیا
”مجھ پر جو مصیبتیں آن پڑیں، اگر وہ دونوں پر پڑتیں تو وہ تاریک
راتیں ہو جاتے“

ابھی رحمتہ للعالمین کی وفات حسرت آیات پر آنسو خشک نہیں
ہوئے تھے کہ ماں کا سایہ رحمت سر سے اٹھا۔ نانا اور ماں کے
انتقال کے بعد باپ اور بھائیوں کا سایہ تھا جس میں جناب سیدہ
ذینب طاہرہ بڑھیں اور انہوں نے نشوونما کی منازل کو
طے کیا۔

سرکار رسالت کا ارتحال پُر ملاں خاندان رسالت کے لئے ایک
انقلاب اور عظیم الشان انقلاب تھا، ذینب نے نانگا کی وفات کے
بعد ماں کو ہر وقت روتے دیکھا، اب ماں کی وفات پر علی ابن
ابی طالب جیسے باپ کو بھی زیادہ دل شکستہ دیکھا، تاہم اب
ذینب کے لئے مدرسہ تعلیم و گہوارہ تربیت صرف ایک تھا

اور وہ بزرگ مرتبہ باپ کی ذات تھی۔

معصومہ کو یمن سیدۃ النساء العالمین جناب فاطمہ زہرا کی
وفات سے جناب امیر کی تخت نشینی تک خاندان رسالت کے
سیاسی اقتدار کا زمانہ نہیں تھا۔ مگر ذینب طاہرہ نے اس زمانہ
میں بھی مقدس باپ کو مسلمانوں کی گتھیاں اپنے ناخن تدبیر سے
سنبھالتے دیکھا۔ اس کے بعد باپ جب تخت سلطنت پر آئے
تو تمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی آپ کے خلاف مخالفت کا
طوفان برپا ہو گیا۔ اسی زمانے میں آپ کو اندرونی بغاوتوں پر
غلبہ پانے اور دوسرے بہت سے دینی مصالح کی بنا پر اپنا
دار الخلافہ مدینہ سے بدلتا پڑا۔ کوفہ دارالسلطنت بنا۔ اس زمانہ
میں ذینب طاہرہ کوفہ کی شاہزادی یحییٰ اور اپنی صنعت خواتین
کی معلمہ۔ درسی تفسیر و حدیث و فقہ آپ کا اس زمانے کا مشغلہ
تھا۔ ابھی یہ فتنے اور شورشیں ختم نہیں ہوئی یحییٰ کے مخالفوں کی
سازشوں سے دین و دنیا کا تاجدار باپ ماہ مبارک رمضان
میں، عین حالت نماز میں سر پر زہرا کو دلوار کھا کر شہید ہو گیا۔

اس وقت جناب زینب سلام اللہ علیہا کی عمر مبارک تقریباً ۳۵ سال تھی۔

سندھ سے سندھ تک زینب طاہرہ نے بڑے بھائی امام حسن علیہ السلام کے زیرِ سایہ زندگی بسر کی۔ اس بھائی پر خاندانِ امویہ نے مصیبتوں کے پہاڑ توڑے۔ زینب ان مصائب میں شریک تھیں۔ اس زمانے میں استبداد اور اقتدار شاہی کی جسارت اس نقطہ تک پہنچ چکی تھی کہ جناب امیر اور حنین کی شان میں (عیاذاً باللہ) ناسزا کلمات مساحب میں مینروں پر ادا کئے جاتے تھے یہ مصائب کا دور امام حسن علیہ السلام کی شہادت پر ختم ہوا۔ ام المصائب نے ماں جیسے بھائی کو اپنے جگر کے ٹکڑے لگن میں اگلتے دیکھا اور بعد شہادت بھائی کے جنازے پر تیر بہستے دیکھے۔

مصائب کے دس برس اور گزر گئے حکومتِ ینبید کی ابتدا المیہ کہ بلا کا پیش خیمہ تھی اور اس سلسلہ کی پہلی گڑھی امام حسین کے لئے بیعتِ ینبید کا مطالبہ یا قتل کی دھمکی تھی۔ اس سلسلہ

میں جو تناہیر اختیار کی گئیں ان میں سیدہ زینب امامِ مظلوم کی مشیر تھیں۔

تیرا درجہ یہ تھا کہ سبیط نبی

تجھ سے کرتے تھے مشورہ زینب (دہر جاسی)

مطالبہ بیعت نے ترک وطن کی صورت اختیار کی مہاجر

بھائی کی مہاجر بہن جلا وطن ہو کر اس جگہ آئی جہاں لفظ "قتل" بے معنی ہونے کی وجہ سے کچھ اطمینان تھا۔

یہ اطمینان باقی نہ رہا، اس مصیبت زدہ بہن کے کیا تاثرات ہوں گے جب بھائی کی زبان پر پوشیدہ قتل یا گرفتاری کی خبر سنی ہو گی۔

مکہ معظمہ کو خیر باد کہنا پڑا۔ سفر کے مصائب، غیرانوس راہیں، سفر کی طوالت، غیر معلوم مستقبل، پردہ نشین عورت کو صحراؤں کی خاک چھانا پڑی۔ کون سی زحمت تھی جو برداشت نہ کی۔

اس عالمِ غربت میں غم کی پہلی کاری ضربِ حضرتِ مسلم کی خیر شہادت تھی۔ یہ خبر مستقبل کی تاریکی کو لئے ہوئے تھی غم کی

کا طوفان ساتھ لئے ہوئے تھی۔

اس سفر میں لشکر یزید حر کی قیادت میں دو چار ہوا۔ یہ اس لئے نمودار ہوا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی راہیں دکھائے۔ اگرچہ لڑائی نہ ہوئی مگر زینب طاہرہ نے اپنے خاندان کو محاصرہ میں دیکھا۔

اسی محاصرہ کی حالت میں بھائی کا مقتل دکھائی دیا۔ بھائی نے اپنے علم امامت سے بہن کو خبر دی کہ ہمارے خون بہنے ہمارے بچوں کے ذبح ہونے، ہمارے جوانوں کے قتل ہونے اور خاندان رسالت کے لٹنے اور ان کے بے پردہ ہونے کی جگہ یہی ہے، یہی حسین کی منزل مقصود ہے۔

اموی عساکر نے فرات کے کنارے اترنے نہ دیا۔ فرات کی خشک لہروں سے دور فروکش ہونا پڑا جو چٹیل ریگستان تھا۔ کربلا کے قیام میں مظلوم بھائی کی زبان سے حسرت و یاس اور زندگی سے نا اُمیدی لئے ہوئے اشعار سنے جو اس کڑے وقت کے ترجمان تھے، سیدہ زینب کے جذبات غم و الم

اس طرح ابھرے کہ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے، بھائی نے صبر کی تلقین کی، جو خاندان رسالت کی خود داری کے شایان تھی۔ سیدہ زینب ایسے عزم و استقلال کی معراج تک پہنچ گئیں جو امام حسین کے کوہِ استقلال کا مقام مردود تھا۔

کربلا کا قیام، خوف و ہراس اور دہشت لئے ہوئے تھا۔ دن رات فوجوں پر فوجیں آ رہی تھیں۔ زینب طاہرہ اس لشکر آرائی کی غرض کو محسوس فرما رہی تھیں اور ان کا دل خون ہو رہا تھا۔

سات محرم تک اتنا دگلا لوگ امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے پہنچتے رہے تھے اس کے بعد محاصرہ سخت ہو گیا۔ دکھیا بہن نے دیکھا کہ نہ تو محصور بھائی کہیں جاسکتا ہے اور نہ کوئی انسان اس کی مدد کے لئے پہنچ سکتا ہے حبیب ابن مظاہر اپنے قبیلہ بنی اسد کے کچھ افراد کو جو قریب ہی فروکش تھے دعوت نصرت کے لئے گئے۔ آدمی آمادہ بھی ہوئے لیکن یزیدی لشکر ستر راہ ہوا مختصر سی لڑائی ہوئی وہ

مقابلے کی تاب نہ لا کر پلٹ گئے اور امام حسین علیہ السلام تک پہنچ نہ سکے۔ اس تاریخ سے ابن زیاد کے حکم سے انامم پاکہ ان کے اہل بیت، ان کے اصحاب و انصار ان کی عورتوں اور بچوں پر پانی بند کر دیا گیا اور نہر پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔

۸۔ محرم الحرام کو لشکر انامم کے پاس پانی نہ تھا، فرات سے گھوڑے، اونٹ، گتے اور سور سیراب ہو رہے تھے مگر محسن عالمین ساتی کوثر کی اولاد پر پانی بند تھا۔ یہ عمل اسلامی شریعت، عربی حمیت اور انسانی غیرت کے منافی تھا۔ دکھیا بہن اپنے بھائی کے بچوں کو پیاس سے ترپتا دیکھ رہی تھیں اور بے چین تھیں۔

۹۔ محرم عصر کے وقت سرکار سید الشہداء سجادہ عبادت پر تھے کہ ظلم و ستم کا سمندر موجیں مارتا ہوا مرکز حق و صداقت کی طرف بڑھا۔ دکھیا بہن نے اس مہیب اور خوف ناک منظر کو دیکھا حسین علیہ السلام کی سجادہ عبادت پر آنکھ لگ گئی تھی۔ عالم رویا میں مقدس نانا سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں

تاریخ کامل کی روایت کے مطابق نانا نانا سے سے فرما رہے تھے غمغریب تو ہمارے پاس آ رہا ہے۔ بہن نے بھائی کو جگایا اور اس خوف ناک منظر سے آگاہ کیا۔ جوں توں کر کے یہ دقت ٹل گیا۔ مگر اس بات کے یقین کے ساتھ کہ کل بچے یتیم ہو جائیں گے اعمان و انصار، اعزاء و اقربا، جام شہادت نوش کر کے میدان میں سوئیں گے۔ اولاد وایاں بے اولاد اور سہاگینیں بے سہاگ ہو جائیں گی، جو آزاد ہیں کل اشقیاء کے ساتھ قید ہوں گے۔

جمع عاشور نمایاں ہوئی عصر تک یہ عالم رہا کہ مظلوم بھائی نعش پر نعش اٹھاتا رہا اور دکھیا بہن صفت ماتم بھپاتی رہی جو گیا زندہ واپس نہ آیا، وفا شعار بھائی حضرت عباسؓ کو ملے نہیں گئے تھے، بچوں کے لئے دریا پر پانی لینے گئے تھے، جہاں حسین علیہ السلام کے بچوں کا پانی بہا دیا سرکار و خانے اپنا خون بہا دیا۔ اللہ اللہ! حضرت علی اکبرؓ کی نعش پر حبیب کہ بعض روایت میں ہے بھائی سے پہلے پہنچ گئی تھیں اور وہ اس لئے کہ عساریہ نفسیات بہن اس جائزہ صدمہ میں بھائی کی توجہ اپنی طرف

پٹانا چاہتی تھیں۔

حسینؑ چھ مہینے کی نفی جان کو پانی پلانے میدان جنگ میں لے گئے۔ بہن نے سنا کہ ننھا مجاہد بھی تیرکھا کر لحد کے گہوارے میں سو گیا ہے۔ اس صدمے سے اس پر کیا گزری ہوگی۔ اس کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

پھر وہ وقت آیا کہ ماں جائے بھائی کے سوا باقی کوئی نہ رہا۔ آخری رخصت کے لئے آئے، دکھیا بہن نے عاشقِ خدا بھائی کو عاشقانہ کفن پہنایا۔ اس بوسیدہ کفن کو کچی جگہ سے چاک کیا گیا تاکہ کوئی اسے اتارنے کی کوشش نہ کرے۔ امام حسینؑ علیہ السلام نے کچھ وصیتیں فرمائیں، جن میں ایک وصیت زینبؑ طاہرہ کی جلالت شان کی ترجمان ہے۔

”بہن زینب! مجھے نوافلِ شب میں فراموش نہ فرمانا“

حسینؑ علیہ السلام درخیمہ پر آئے، بہن نے بھائی کی بے کم کو دیکھا کوئی رکاب تھام کر سوار کرنے والا نہیں تھا۔ دل خوں ہو گیا۔ کتنا حسرت ناک منظر تھا یہ!

قل زینبیہ پر گھڑے، ہو کہ جو منظر دیکھا، کونسا دل ہے جو اس کا تصور کر سکے۔ کون سی زبان ہے جو اسے بیان کر سکے کونسا قلم ہے جو اسے لکھ سکے۔ اشاروں اشاروں میں مظلوم بھائی نے اپنی ذمہ داریوں کا چارج مظلومہ بہن کے سپرد کیا۔ اشارہ تھا کہ ہم چلے اسلام کی کشتی منجھوا رہے ہیں۔ ام المصائب نے ذمہ لیتے ہوئے جانے والے بھائی کو اشارہ سے بتلادیا کہ بند ہوئے ہاتھوں سے اس کشتی کو کھسے کہ کنارے لگاؤں گی میری چادر اس کشتی کا بادبان ہوگا۔

انسانی تصور کی کیا مجال کہ اس وقت کی تصویر کشی کر سکے جس وقت شکستہ دل بہن نے بھائی کے گھڑے کو خالی دیکھا۔ زمین پر سوار نہیں تھا، البتہ ماں کا دودھ خون بن کر زمین کے بلا پر ٹپک رہا تھا، باگیں کٹی ہوئی تھیں اور مجاہد با وفا پیاسے گھڑے کا جسم تیروں سے چھدا ہوا تھا۔ زمین و آسمان تاریک تھے دھرتی میں دل نہ تھا جانکاہ جا نگداز آدازیں بلند تھیں ان حالات میں غم دیدہ بہن ان تعزیتی الفاظ میں بھائی کے کہ دار کو بیان کر رہی تھیں۔

آج میرے جدِ بزرگوار رسول اللہ کی وفات ہوئی۔ آج
میرے باپ علی مرتضیٰ دنیائے گور گئے۔ آج میری والدہ فاطمہ
زہرا دنیائے سدھاریں۔ آج حسن مجتبیٰ دارِ فانی سے چل بسے
آج آلِ عبا کا خاتمہ ہو گیا۔

اس وقت تک سیدہ زینب سلام اللہ علیہا شریکۃ الحسین
تھیں اور واقعہ کربلا میں اس مظلومہ کی حیثیت ثانوی تھی۔ مگر
شہادتِ ذبحِ عظیم کے بعد زینب المہیہ کربلا کی انچارج تھیں۔ اب علیہا
جناب سیدہ زینب کے ذاتی امتحانات کا آغاز ہوا۔

سیدہ زینب کو سب سے پہلا واقعہ جو پیش آیا وہ خیامِ اہلبیت
کی تاراجی تھی۔ مخدومہ نے دیکھا کہ تنگِ انسانیت دشمن خیامِ اہل
کی غارتگری میں مصروف تھے۔ محسنِ انسانیت رسول اور سرِ پادشاه
نبیؐ کے کلمہ گو اپنے نبیؐ کی بیٹیوں کو لوٹ رہے تھے۔
یہ کافر ملک آئینہ مسلمان کر دے۔

خیام کی تاخت و تاراج کے بعد خیام کی آتشزدگی تھی۔ یہ
مجاہدہ کربلا زینب کے جہاد کا ایک وقت تھا۔ اس جہاد

حجتِ خدا امام زمانہ کے وجود کو بچانا تھا اور نسلِ سید المرسلین کی
حفاظت کرنا تھا۔ سیدہ زینب ایسے نازک وقت میں
جبکہ خیمہ میں آگ بھڑک رہی تھی بقیہ خاندانِ رسالت اور مرکز
رشد و ہدایت کو سینہ سے لگائے آگ میں سے گزر رہی تھیں۔

خیمہ میں آتش زنی پر تمام بچے پریشان اور منتشر ہو گئے تھے انہیں
صحرا سے ڈھونڈ کر لانا تھا اور انہیں ایک جگہ جمع کرنا تھا۔ بھائی
کے دو بچے اس پھل میں صحرا میں نکل گئے تھے اور وہاں تشنگی سے
جان بحق ہو گئے تھے ان کی نعشوں کو اٹھا کر لانا تھا۔ اس میں بھی
بھائی کے اسودہ کی پیروی تھی۔

محرم کی گیارہویں رات خاندانِ رسالت پر ایسی اندوہ و الم کی
رات تھی کہ دنیا میں شاید ہی کسی پر ایسی رات آئی ہو۔ اس رات
میں سپاہیانہ شاہ سے پہرہ دینا اور بیٹیوں اور بچوں کی حفاظت
کرنا تھا۔

صبح ہوئی اموی لشکر نے اپنے مقتولوں کو دفن کیا مگر شہیدِ راہ
خدا بھائی اور ان کے ساتھیوں کی نعشوں کو اسی طرح زمین پر چھوڑ

دیا گیا۔ سیدہ زینبؓ دل پکڑ کر رہ گئیں۔

۱۱۔ محرم کو بکیوں کا یہ قافلہ قیدی بنا لیا گیا ان میں مشکل کشا کی بیٹی بھی قیدی تھی ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے۔

ان قیدیوں کو قید کر کے مقتل شہداء کو راستہ بنایا گیا۔ زینبؓ عالیہ کی نظروں و محمدؐ کی نعشوں پر پڑی، مرہونِ مہنت ماں نے اپنے دودھ کی سرخروئی مسیٹوں کا شکریہ ادا کیا۔

اسی عالم میں سید الساجدین پارہ پارہ نعشوں کو دیکھ کر استفادہ متاثر ہوئے کہ قریب تھا کہ لوحِ پرواز ذکر جائے۔ سیدہ زینبؓ نے تسلی دے کر امام کو سنبھالا دیا۔ گو یا سرکارِ مصائب زینبؓ طاہرہ حجت خدا کی تسلی کا سبب بنیں اور چوتھے امام کی مددگار۔

سیدہ زینبؓ کو بھائی کی نعش سے جدا کیا گیا۔ رہنہ سر قیدی کی حیثیت سے اس شہر کی طرف سفر کیا جہاں کبھی یہ پاک بی بی شاہزادی تھیں اس میں شہدائے راہِ خدا کے گٹے ہوئے سر نیزوں پر بلند ساتھ تھے اور ایسے سپاہیوں کی حراست میں سفر کرنا تھا جن کے چہروں پر عزیز و آثارِ ب کا خون نمایاں تھا۔ قیدی کی حیثیت سے ایلے

بازاروں سے گزرتا تھا جہاں لوگ تماشا کی حیثیت سے جمع ہوئے تھے ان محجوں میں بھائی کے مشن کی تکمیل اور شہدائے کربلا کی بگناہی کا ثبوت پیش کرنا تھا، جنہیں سیاسی اقتدار باغی اور مجرم بنانے پر تلا ہوا تھا۔

اس کے بعد قید خانہ میں رہ کر وہ عز و شرف حاصل کیا جو تاریخِ عالم میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ مخالف قید کو رسوائی سمجھ رہے تھے مگر یہ وہ قید تھی جس میں عظمت کا راز پنہاں تھا۔

اس کے بعد کوفہ و شام کے دربار تھے جابر اور دشمن حکمرانوں کا سامنا تھا، جہاں شریعتِ اسلامیہ کی توہین ہو رہی تھی، وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دینا تھا اور کلمہ حق بیان کرنا تھا۔

اس ساری جدوجہد کو ہی تنازع البقاء کہتے ہیں جسے سرکارِ مصائب علیاؓ جناب زینبؓ نے ایسے حالات میں جو کسی انسان کو کبھی پیش نہیں آئے۔ اس طرح سے انجام دیا جو انجام دینے کا حق ہے اسی جدوجہد سے زینبؓ نے اسلام کو، رشد و ہدایت کو،

انبیائے ماسبق اور خاتم الانبیاء کو بقائے اصلاح کی معراج پہ پہنچا دیا
 کچھ کہا ہے کسی نے۔ اگر اسلام نہ ہوتا تو حسین نہ ہوتے اگر حسین
 نہ ہوتے تو اسلام نہ ہوتا اور اگر زینب نہ ہوتیں تو حسین نہ ہوتے
 ان حالات میں اور ان مصائب و آلام میں، ایسے ہجوم میں ایسے
 نازک موقعوں پہ اور انتہائی مظالم و ستم راند میں اگر کوئی اور ہوتا
 تو جذبات سے مغلوب ہو جاتا۔ دہشت اور خوف دہراں اس کی
 زبان پر مہر سکوت لگا دیتا۔ زبردست سے زبردست مرد بھی زبان
 نہ کھول سکتا عورت کا تو ذکر ہی کیا، جو صنفِ نازک ہے۔ مگر
 اللہ! اللہ! جناب زینب نازک سے نازک موقعہ پر عمل کی
 جاہ و جلالت کے ساتھ حسین بن کر بولیں تو باطل کا سر کچل دیا
 حق کا بول بالا کر دیا۔

اب جناب زینب کے وہ اقوال، خطبات، احتجاجات اور
 اشعار ملاحظہ فرمائیں جو زبانِ صداقت ترجمانِ صادر ہوئے۔ یہ
 ہمارے لئے قدم قدم پر مشعلِ ماہِ ثابت ہوں گے۔

جناب زینب اور درسِ تفسیر

جناب امیر علیہ السلام کے زمانہ سلطنت میں جناب زینب
 سلام اللہ علیہا کو فدہ میں غور قوی کو درسِ تفسیر قرآن فرما رہی تھیں
 اور مومنین بیانِ تفسیرِ حروفِ مقطعات کھلیں تھیں۔ جناب
 امیر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا اسے نور دیدہ تمہاری
 تفسیر سن کر مسرت ہوئی اور پھر خود کھلیں تھیں کی تفسیر بیان فرمائی
 کہاں میں ہے کہ کھلیں تھیں میں "ل" سے مراد کربلا۔ ص سے
 ہلاکتِ عزتِ رسول "ع" سے مراد یزید علیہ ما علیہ اور "ع" سے
 مراد عطش یعنی امام حسین اور اہل بیتِ اطہار کی پیاس اور
 "تھ" سے مراد صبرِ حسین۔

جناب زینب حافظِ اسرارِ محمدیہ و اماناتِ الہیہ تھیں۔ سید
 الساجدین جب کوئی حدیث بیان فرماتے تھے تو اس کی سند جناب
 زینب تک پہنچاتے تھے حضرت عبداللہ ابن عباس آپ سے
 روایت کرتے اور کہتے تھے حدیثنا عقیدہ یعنی عقیدہ مراد

حضرت زینبؓ ہیں) نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے۔

منزلِ خزمیہ

بہن بھائی کا مکالمہ

جب سرکارِ شہداء ادا خانہ الفدا کا قافلہ منزلِ خزمیہ پر پہنچا، رات کے وقت زینبؓ طاہرہ مظلوم بھائی کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: بھائی! آدھی رات کے وقت میں نے ہاتھ کی آواز سنی کہہ رہا تھا۔

اَلَا يَا عَيْنِي مَا حَفَلَنِي مَجْهَدٍ وَمَنْ يَكِي عَلَى الشَّهْدَاءِ لَجْدِي
عَلَى قَوْمٍ لَيْسَ قَوْمُ الْمُنَابِيَا بِمَقْدَارِ الْإِنِّاجَا زَوْعَدِي
”اے میری آنکھ! تو خوب آنسوؤں سے بھر جا، میرے بعد شہیدوں پر کون روئے گا۔ اس گروہِ شہداء پر جن کو موت کے جاری ہے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں جو ان کیلئے مقسم ہو چکا ہے۔“
اپنے سرکارِ شہداء نے فرمایا: اَخْتَاهُ كُلِّ الَّذِي فَضَّلْنِي فَهَوَّ كَايْنُ
”بہن! جو چیز مقدس ہو چکی ہے ۱۰۰ ہو کر رہے گی۔“

منزلِ سیم پر جنابِ زینبؓ کا استغاثہ

وَلَجِدَاةٍ اَوْ اَعْلِيَاةٍ اَوْ اَحْسَنَاةٍ اَوْ اَحْسِنَاةٍ
قَلَّةٌ نَاصِرَاةٍ لَا اَدْرَعِي كَيْفَ الْمَخْلَصِ مِنْ اَيْدِي
الْاَعَادِي يَرْضَوْنَ اَنْ لِيَقْتُلُوْنَا بِدَلَاةٍ عَنَّا مَخِي
”اے نانا! اے بابا! اے عی! اے حسن! اے حسین!“
افسردہ گاروں کی قلت ہے۔ معلوم نہیں دشمنوں سے کیونکر نجات ملے گی۔ اسے کاش دشمن اس پر راضی ہو جائیں کہ میرے بھائی کے بدلے ہم سب کو قتل کر دیں۔“

امام حسینؑ علیہ السلام کا لشکر قلیل تھا اور اس کے مقابلے میں جو لشکرِ عَدُو کی قیادت میں مقابلہ پر آیا اس کی تعداد ایک ہزار تھی۔ سرپا اٹھا رہن کا یہ ایشیہ ہے کہ سرکارِ شہداء محبتِ خدا کی جان بچانے کے لئے سارے شخصِ انسان کی قربانی پر اظہارِ آمادگی فرما رہی ہیں۔

بہن بھائی کی گفتگو

مرکار سید الشہدا ۲ محرم الحرام ۱۰۶۷ھ شام کے
وقت اپنی تلوار کو صیقل کر رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے :-

يا اخي وقرّة عيني ليت الموت اعد مني يا خليفة
المؤمنين وجمال الباقين - يا بھ انت وامي نفسي لنفسك

يا دھر ایت لك من خلیل
كم لك بالاشراق والاصلا لفلدا

من صاحب و طالب قتیل
والدھر لا یقتع بالبدیل

وکل چی سالک سبیل
ما اقرّب الودع من العزّ و شنگان ! اور باقی رہنے والوں کے جمال ! کاش موت مجھے

وانما الامر الی الجلیل
ینا سے اٹھائے اور میری زندگی ختم ہو جائے۔ میرا باپ

سیحان دینی مالہ مثیل
اور میری ماں تم پر قربان اور میری جان تمہاری جان پر فدا

”اے زمانہ ! تیری دوستی پر تھف ہے، صبح اور شام تیرے قتل الحسین ابن ایشیر جزری و مقتل الحسین ابن شہر آشوب

کئی ساتھی خون کے طلب گار ہیں، اور زمانہ معادضہ قب (۵۸۸ھ)

نہیں کرتا۔ ہر زندہ نہ ہی راستہ چلے گا جو میرا ہے، کوچہ صاحب اعلام الوری نے لکھا ہے کہ یہ شب عاشور کا

وعدہ کتابی فریب ہے۔ بے شک یہ حکم ربّ جلیل کا۔ ائمہ ۲ محرم الحرام کا نہیں۔ یہ قرین قیاس بھی ہے۔ وہ

اور پاک ہے وہ ربّ جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ لکھتے ہیں کہ صدیق زینب ان اشعار کو سن کر بے چین ہو گئیں

جب جناب زینب نے امام حسین علیہ السلام کو یہ اشعار
پڑھتے ہوئے سنا تو بے قابو ہو گئیں۔ بڑی تیزی سے آئیں اور
فرمانے لگیں :-

يا اخي وقرّة عيني ليت الموت اعد مني يا خليفة
المؤمنين وجمال الباقين - يا بھ انت وامي نفسي لنفسك

اے بھائی ! اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک ! اے خلیفہ

ما اقرّب الودع من العزّ و شنگان ! اور باقی رہنے والوں کے جمال ! کاش موت مجھے

ینا سے اٹھائے اور میری زندگی ختم ہو جائے۔ میرا باپ

اور میری ماں تم پر قربان اور میری جان تمہاری جان پر فدا

”اے زمانہ ! تیری دوستی پر تھف ہے، صبح اور شام تیرے قتل الحسین ابن ایشیر جزری و مقتل الحسین ابن شہر آشوب

کئی ساتھی خون کے طلب گار ہیں، اور زمانہ معادضہ قب (۵۸۸ھ)

نہیں کرتا۔ ہر زندہ نہ ہی راستہ چلے گا جو میرا ہے، کوچہ صاحب اعلام الوری نے لکھا ہے کہ یہ شب عاشور کا

وعدہ کتابی فریب ہے۔ بے شک یہ حکم ربّ جلیل کا۔ ائمہ ۲ محرم الحرام کا نہیں۔ یہ قرین قیاس بھی ہے۔ وہ

اور پاک ہے وہ ربّ جس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ لکھتے ہیں کہ صدیق زینب ان اشعار کو سن کر بے چین ہو گئیں

کہا:-

روحی ہوئی ایسی حالت میں کہ آپ کی چادر زمین پر ٹٹک رہی تھی۔
بھائی کے خیموں داخل ہوئیں اور فرمایا:-

وَأَثْقَلَا لَيْتَ الْمَوْتِ أَعْدَمِيْنِي الْحَيَاةَ الْيَوْمَ مَا هِيَ؟
اُمّی فاطمہ الزہرا واجبی علی واخی الحسن یا خلیفہ کرمانی زہرا یہ ہوش ہو گئیں۔ امام انہیں ہوش میں لائے
الما حنین و شمال اباقیین
”اے خلیفہ پیشین! اے جائے پناہ باقی ماندگان! انداز میں تسلی دی:-

کاش موت میری زندگی کا خاتمہ کر دے۔ آج ماں فاطمہ زہرا
بابا علی مرتضیٰ۔ بھائی حسن مجتبیٰ اس دنیا سے گزر گئے۔
ابن ابی شریح نے لکھا ہے کہ امام کا دل بھر آیا۔ آنکھیں
آنسوؤں سے ڈبڈبایں گئیں۔ شدت غم میں فرمایا:-

لو ترک القطام لتام
فرد واحد جدی خیر منی والی خیر منی واخی خیر
یعنی اگر چکور کو صیاد کے خوف سے بچات مل جاتی تو
رہتا۔ یعنی مجھ پر زندگی کے سب راتے بند کر دیئے گئے۔

”ہن اللہ سے ڈرو! اور اللہ جس طرح ممبر کو پسند کرتا ہے
اس ضرب المثل سے سراپا محبت بہن کے دل پر غم کی بجائے
گہری اور شدت رنج و ملال میں صرف اس

لاقلب اپنی پشت پر ان دونوں بہن اور بھائی کی روشن اور
مؤثر تاریخ لئے ہوئے ہے۔

نعلین شہید رسول پر پہنچکر علیا جناب زینب کا لوحہ

داولداہ ، دامحیۃ قلیباہ ، یا لیتنی قبل هذا
الیوم عمیاء او کنت وسدت تحت المشرع
ہائے بیٹا! مائے میرے دل کے خون جس پر زندگی کا
انحصار ہے۔ کاش میں پہلے ہی اندھی ہو جاتی یا زمین میں دھنس
جاتی اور یہ دن نہ دیکھتی۔ اس کے بعد سرکار سید الشہداء نے بازو
تھام کر آپ کو خمیہ میں پہنچایا۔

اسی واقعہ کو مقتل ابن شہر آشوب میں اس طرح بیان کیا ہے:
خرجت زینب اخت الحسین مسرعة تنادی یا اخیاء
دا بن اخیاء حوجاءت حتی اکبت علیہ فاختد الحسین
بیراسہا فردھا الی القسطاط (مقتل الحسین ابن شہر آشوب)

منزوری ہے آسمان کے باشندوں میں بھی کوئی نہ بچے گا۔ ہرچیز
ہلاک ہونے والی ہے۔ بقا صرف ذات الہی کو ہے جس نے
اپنی قدرت سے کائنات کو پیدا کیا۔ اور مرنے کے بعد ہم
دوبارہ زندہ کرے گا۔ وہ فردیگانہ ہے، میرے نانا مجھ سے
بہتر تھے۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ میرے بھائی مجھ
سے بہتر تھے ان سب کو موت سے سابقہ ہوا۔ میرے
لئے رسول اللہ کی زندگی میں اسوہ حسنہ ہے۔

صبر و تسلی کے ان ارشادات نے ثانی زہرا زینب کبریٰ
سلام اللہ علیہا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ انہوں نے دیر
جرات اور استقلال سے جانکاہ غم و حزن کا مقابلہ کیا
امام کی شہادت کے بعد اضطراب و بے چینی کو تحمل و ضبط
بدل دیا۔ حقیقتہً وہ امام مظلوم کی منظوم بہن ایسی ساتھی تھیں
کہ دونوں نے مل کر احقاق حق اور الباطل باطل کے لئے اکٹھے
قدم اٹھایا۔ جب امام حسین رخصت ہوئے تو اس ہم سفر
بقیہ منازل و مراحل کو ثبات قدم سے طے کیا، حقیقتہً نہ کیلیہ

امام حسین کی بہن حضرت زینبؓ یہ ندا دیتی ہوئی نکلیں
ہائے بھائی اے بھتیجے یہاں تک کہ نقش پر گر گئیں۔ امام حسینؑ
نے ان کا سر پکڑ کر انہیں خیمہ میں پہنچایا۔

جناب زینبؓ کو جو علی اکبرؑ سے محبت تھی وہ ہر مادی
سے بھی بڑھی ہوئی تھی جیسا کہ فاطمہؓ بنت اسد کو رسول اللہ
سے جو محبت تھی وہ ان کی اپنی اولاد سے بھی زیادہ بڑھی
ہوئی تھی، تاریخ نہیں بتلاتی کہ حضرت علی اکبرؑ کی شہادت سے
جس قدر وہ شدت سے متاثر ہوئیں اسی طرح ان پر عوں و
محمدؐ کی شہادت کا اثر ہوا۔

نخشِ حضرت علی اصغرؑ پر نوحہ

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کی تشنگی جب حد سے
بڑھی اور زندگی خطرہ میں پڑ گئی تو حضرت زینبؓ نے دیکھ بھال
کے لئے انہیں ماں سے لے لیا تھا۔ علامہ ابن طاووسؒ نے
”کبریت“ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ جب خیمہ میں تشریف لائے

تو آپ نے حضرت زینبؓ ہی سے فرمایا تھا ”میرے چھوٹے بچے
کو لائیے کہ اس سے رخصت ہو لوں۔ اور جب نخش شیر خوار علی اصغرؑ
کو امام مظلومؑ خیمہ میں لائے تو زینبؓ طاہرہ نے اسے گود میں
لے کر یہ نوحہ کیا:-

و امحمداہ و اعلیاء ما ذالقینا بعد کما مت
الاعداء و البغاة علی طفیل بد مذ و اسفاه علی رسیع
نظم لبھام الاعداء و احسرتاہ علی تر حجتہ الجفین
و الاحشاء۔

”اے محمد مصطفیٰ! اے علی مرتضیٰ! آپ دونوں کے بعد
دشمنوں نے ہم سے کیا سلوک کیا۔ اے افسوس اس شیر خوار
بچہ پر جس کا دودھ پیروں سے چھڑا یا گیا۔ اے حسرت و افسوس!
اس بچہ پر جس کی آنکھیں اور انتڑیاں پارہ پارہ ہو گئیں۔“

البغاة و اعداء و منافقانہ کریمہ لاجت سے ہٹ جائیں، اور از دیتی کرنے والا، ظلم و
ظلمی کرنے والا۔ اے الجفن۔ اوپر نیچے کا پوٹا،

عصمتِ صغریٰ زینبِ طاہرہ کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ
محصور شیرخوار علی اصغر کے ایک پتر نہیں لگا تھا بلکہ کئی پتر
چلائے گئے تھے جن سے محصور بچہ کی آنکھیں اور اعماز خمی
ہو گئی تھیں۔

وقتِ رخصت صدیقہ زینب کا

بھائی سے خطاب

فمھلاً یا اخی اقبل المحاتِ ہنیۃ لبترو منی
لو عتہ غلبہ
”بھائی جان! مرنے سے پہلے تھوڑی دیر بٹھہر جائیے تاکہ
آپ کی زیارت سے میں دل کی لگی بچھاؤں یعنی دل کی بھڑکی ہوئی
آگ کو ٹھنڈا کر لوں۔“

پھر آپ کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لئے اور
سب بی بیوں نے بھی ایسا کیا۔

تل زینبیہ — بھائی سے خطاب

واخاہ! واستیادہ! لیت السماء اطمینت
على الارض ولیت الجبال تدکدک على السهل
ہائے بھائی! ہائے سید و سرور! اسے کاش آسمان زمین
پر گھومتا اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جاتے!

عمر سعد سے خطاب

یا بن سعد! یقتل ابو عبد اللہ وانت تنظر
الیہ۔

”اے سعد کے بیٹے! ابو عبد اللہ (حسین) قتل کئے جا رہے ہیں اور تو ان کی
طرف دیکھ رہا ہے۔“

جب عمر سعد نے کوئی جواب نہ دیا تو لشکرِ یزید سے کہا
”هل فیکم مسلم“ — ”کیا تم میں کوئی مسلمان

ہے ؟ (مقتل العوالم مت)

شب یازدہم

علی کی بیٹی پرہ دے رہی ہیں

ایک مرد سیاہ پوش کو خیمے کی طرف بڑھتا دیکھ کر

بخت اللہ علیہ من تکتون ایھا الرجل فقد
رفعت واللہ قلوبنا وھذہ القتیات الضائعات
والاطفال الصغار

اے شخص تجھے خدا کی قسم بتلا کہ تو کون ہے ؟ اے مرد !
اس بات میں آکر ہمارے اور ان لڑکیوں اور لڑکوں
اور کم سن بچوں کے خوف و ہراس کا

باعث

ہوا

یہ سن کر اس مرد نے کہا

لا تجزعی انا البرک علی اتیت لاحرستک
ھذہ اللیلۃ

اے بیٹی مت ڈرو ! میں تمہارا باپ علی ہوں جو آج کی
رات تم سب کی حفاظت کرنے آیا ہوں۔

بہن بھائی کی نعش پر

نانا سے خطاب

وامحمد اہ ! صلی اللہ علیک ملیک السماء
ھذا حسین مر مل بالدماء مقطوع الاعضاء بناتک
سبایا ! اے اللہ المشتکی والی محمد المصطفی
والی علی المرتضی والی حمزہ بسید الشہداء
وامحمد اہ هذا حسین یا نصر السیفی علیہ الصبا
قتیل اولاد البغایا یا حزناہ یا کرباہ الیوم مات

جدی رسول اللہ -

”اے محمد مصطفیٰ! آپ پر شہنشاہ سہالہ درود بھیجتا ہے
یہ حسین ہیں جو خون میں نہائے پڑے ہیں اور ان کے اعضا ٹکڑے
ٹکڑے ہو گئے ہیں اور آپ کی بیٹیاں قید ہو گئی ہیں۔ میں اس
جو روح جفا، ظلم و ستم کی فریاد اللہ سے، آپ سے، علی مرتضیٰ
سے اور حمزہ سید الشہداء سے کرتی ہوں۔ یہ حسین چٹیل میدان
پڑے ہیں، جن کے بدن پر خاک اڑ رہی ہے انہیں بدکاروں
کی اولاد نے قتل کیا ہے۔ افسوس اس غم دالم پر آج میرے
نانا رسول اللہ کی وفات ہوئی۔“

جناب زینب طاہرہ نے جو یہ فرمایا ہے قاتل اولاد
یعنی میرے بھائی بدکار عورتوں کی اولاد کے مقتول ہیں تو یہ
سے مغلوب ہو کر نہیں فرمایا بلکہ قاتلان حسین کی نسب خرابیاں
حقائق ہیں اس کے شواہد آپ کتب تواریخ و رجال میں
سکتے ہیں۔

اصحاب سے خطاب

یا اصحاب محمد! اہلؤا ذریۃ المصطفیٰ یساقون
سوق السبایا

”اے اصحاب محمد! دیکھو یہ اولاد محمد مصطفیٰ ہے جسے
مثل قیدیوں کے ہانکا جا رہا ہے۔“

جناب زینب یہ کلمات فرما رہی تھیں تو دشمن بھی نازدار رہ گئے تھے

بھائی کی نعش سے خطاب

جسمک عریان طرح علی الثریٰ وعلیک خیمۃ الظالمین تجول
”آپ کا جسم برہنہ اور خاک میں آلودہ ہے اور اسے ظالموں
کے گھوڑوں نے پا مال کیا ہے۔“

سرکار کائنات سے دوبارہ خطاب

ہذا لثری قد کنت تلثم نحرہ امسی نجر آمن حرود ظبا تھا

من بعد هجرتك يا رسول الله قد الفى طريقاً فى ثرى ومضائهما
ترجمہ:- یا رسول اللہ! یہ وہی حسین ہے جس کے گلوٹے اظہر کہ
آپ چومتے تھے۔ شام کے وقت وہ نخر ہو گئے۔ آپ کے دنیا
سے تشریف لے جانے کے بعد وہ ان اشقیاء کی تلواروں کی دھار
سے گرم ریت پر پچھاڑ دیئے گئے۔

جناب فاطمہ زہرا سے خطاب

يا أُمّاهِ! هَذَا حُسَيْنُكَ غَرِيبٌ يَا لِرَمَاءٍ وَ
عَطْشَانٍ مَرْمَلٍ فِي أَرْضِ الْمَحْنَةِ وَالْبَلَاءِ
ترجمہ:- والدہ محترمہ! یہ آپ کے حسین ہیں جو پیاسے
اور اپنے خون میں ڈوبے ہوئے زمین کرب و بلا میں
پڑے ہیں۔

نانا سے مخاطب ہو کر

يا رسول الله! هَذَا الْحُسَيْنُ قَبْلَتُهُ وَالْمَقْتِ

صدره على صدرك وتلثم خصره فقد صرع فى
الصخر مجروح الاعضاء وخره منحور وصدرة
مكسور ورأسه مقطوع عن القفا ورفع
على القنا وجسمه تحت سنابل خيول اهل
البغا واولاد المطلقاء يا حيداً نخن اهل بيتك
بالذل والهوان فى دار غربه وفى اسر كفرة
فجره

ترجمہ:- یا رسول اللہ! یہ آپ کے حسین ہیں جن کو آپ
چوما کرتے تھے اور اپنے سینہ سے ان کا سینہ لگاٹے رکھتے
تھے اور جن کے گلوٹے مبارک کے لبہ سے لیتے تھے۔ یہ صحرا
میں پچھاڑ دیئے گئے۔ ان کے اعضا مجروح ہو گئے۔ ان کا سر
پس گردن سے کاٹا گیا اور نیزہ پر چڑھا دیا گیا۔ ان کا سینہ
چوڑ چوڑ ہے۔ اور ان کا جسم باغیوں اور بدوزن فتح مکہ رسول اللہ
کے آئندہ کردہ لوگوں کی اولاد کے گھوڑوں کے سموں سے
پامال اور پارہ پارہ ہو گیا ہے۔ اسے نانا ہم اہل بیت دار

غربت اور حالتِ سفر میں حقیر کر دیئے گئے ہیں اور کافروں اور فاجروں کے قیدی ہو گئے ہیں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نازدار و دوسری بھین اور فرار ہی تھیں کہ ایک شقی نے پشت پر نیزہ مارا اور کہا: "بھائی سے رخصت ختم ہوئی اب ادنٹ پر سوار ہو جاؤ۔"

بھائی کی لاش سے رخصت ہوتے ہوئے فرمایا

اور دعا اللہ عزوجل یا بن اُمی یا شفیق روحی فان فراقی هذا لیس عن خیر ولا عن ملامۃ ولكن یا بن اُمی کما ترعی یا نور لجرى فاقصر جری و اخی منی السلام ثم اخبرهم بما جرى علينا من هلكاء القوم

ترجمہ: ماں جائے! میرے شفیق روح! میں آپ کو اللہ عزوجل کے حوالے کرتی ہوں۔ میں تھکن اور ملال کی وجہ سے آپ سے جدا نہیں ہو رہی ہوں، بلکہ آپ نے خود دیکھ لیا

کہ کس جو دستم سے مجھے جدا کیا جا رہا ہے۔ اے میرے ماں جائے! اے میری آنکھوں کی بنیائی! نانا، بابا، ماں اور بھائی کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیجئے اور ہم پر جو اس شریہ قدم کے ہاتھوں سے گزری ہے اس کی خبر دیجئے گا۔

توضیحات و تشریحات

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے جو فرمایا ہے۔ جسمہ تحت سنایک خیول اهل البقاء و اولاد الطلقاً (ان کا جسم باغینوں اور آزاد کردہ کی اولاد کے گھوڑوں کے سموں سے پامال اور پارہ پارہ ہو گیا) اس کی توضیح ملاحظہ ہو۔

الطلقاً - آزاد کردہ۔ لفظ "الطلقاً" میں جناب زینب نے ایک تاریخی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس جملہ میں

صنعتِ تبلیغ ہے۔ واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے :-

ان رسول اللہ حین فتح مکہ قال یا معشر القریش
ما شرونا فی قاع بلکم قالوا خیرا خ کریم و ابن اخ
کریم قال اذهبوا فانتم الطلقاء و کان فیکم مغربہ
و ابوسفیان ۔

(المجمع البحرین للحلا مہ طریحی طاب ثراہ)

ترجمہ :- جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح

مکہ کے دن اپنے مخالفوں سے فرمایا تھا اے گروہِ قریش !
تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کر دوں گا۔ انہوں
نے کہا آپ سے اچھائی کی امید ہے۔ آپ کریم بھائی ہیں اور بہترین
کریم بھائی کے فرزند۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا ۔ ”چلے جاؤ۔ تم
آئندہ کردہ ہو“ اور ان میں مغربہ اور ابوسفیان بھی تھے۔

اس واقعہ میں سرکارِ رسالت رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے رحم و کرم کو دیکھیے کہ ان لوگوں کو جن سے آپؐ کو سخت
تعلیق پہنچی تھی جن کی وجہ سے آپؐ کو اپنا وطن عزیز چھوڑنا پڑا

تھا۔ فتح مکہ کے وقت ان کی تمام خطائیں معاف کر دی گئیں۔
فتح کے موقعہ پر جب لوگ بیعت کر رہے تھے۔ آپؐ نے ان
سے پوچھا بتاؤ تم مجھ سے کیا امید رکھتے ہو۔ سب نے جواب
دیا خیرا خ کریم و ابن اخ کریم ہمیں اچھائی ہی کی امید ہے۔ آپؐ
فیاض بھائی ہیں اور فیاض بھائی کے فرزند ہیں۔ آپؐ نے فرمایا
فاذهبوا فانتم الطلقاء ”جاؤ تم لوگوں کو چھوڑ دیا۔ یہ رحم و
کرم کا وہ بے مثال نمونہ ہے جس سے غیر مسلم مغربی مفکرین نے
بھی متاثر ہو کر بارگاہِ رسالت میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

اسٹینلی لین پول لکھتا ہے :-

”اب رسول کے لئے اپنی خون کی پیاسی طبیعت کے مظاہرہ
کا وقت آگیا تھا، ان کے ستانے والے اب ان کی مٹھی میں
تھے، کیا اب رسول کا فرض نہ تھا کہ انہیں کچل ڈالیں ان کو شکنجہ
میں کسوائیں اور ان کے ساتھ اس طرح ظالمانہ سلوک کریں جیسا
کہ انہوں نے آپؐ کے ساتھ کیا تھا۔ اب انسان اپنے اصلی رنگ
روپ میں ظاہر ہو گا۔ آؤ ہم اُسے متوحش نگاہوں سے دیکھیں

اور شرم کا نعرہ پہلے سے ہی لگا دیں، لیکن یہ سب ہے کیا؟
 سڑک پر کیوں خون کا دھبہ تک نہیں ہے؟ کہاں ہیں ہزاروں
 انسانوں کی نعشیں جو ذبح کر ڈالے گئے؟ یہ ایک واقعہ ہے
 محمدؐ کی سب سے عظیم فتح مندی کا وقت وہی تھا جس وقت
 کہ انہوں نے اپنے نفس پر بھی عظیم فتح حاصل کی، رسولؐ نے
 نہایت فراخ دلی سے قریشیوں کے تمام افعال قبیحہ اور انہوں
 رسائیوں کو جو کہ انہوں نے آپؐ کے خلاف جائز رکھی تھیں
 معاف کر دیا، رسولؐ کے مجاہدین نے بھی ان ہی کی پیروی کی اور
 نہایت امن و آسشتی کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ نہ کسی مکان
 کو لوٹا اور نہ کسی عورت کی تذلیل کی۔

یا سورتھ سمٹھ لکھتا ہے :-

”محمدؐ کی فتح مکہ کو فارس کے داخلہ روم سے موازنہ کر د
 اور بعد کے تمام واقعات کا ایک دوسرے سے تقابل کرتے
 جاؤ۔ اپنی اپنی قوت کو نئے سرے سے حاصل کرنے کے بعد
 دونوں کے اقدامات کو الگ الگ دیکھو۔ تب تم عرب کے پیغمبرؐ

کی فیاض و بلند وادار طبیعت کا اندازہ کر سکتے ہو۔
 بنی امیہ کا شمار نہ مہاجرین میں تھا نہ انصار میں۔ اس لئے وہ
 پبلک میں ”طلاق“ کے نام سے پکارے جاتے تھے جناب
 زینبؓ سلام اللہ علیہا بتلا رہی ہیں کہ جن لوگوں کو رسول اللہؐ نے
 اس فراخ دلی سے آزاد کیا ان کی اولاد نے اولاد رسولؐ کی نعشوں
 پر گھوڑے دوڑائے۔ حالانکہ مرنے کے بعد تمام دشمنوں کا خاتمہ
 ہو جاتا ہے۔ یہ ان لوگوں کی ذہنیت تھی جن کے خلاف حسینؑ
 برسرِ پیکار تھے۔

لاش حسینؑ پر سیدِ عباد کو تسلی دیتے
 ہوتے

ما لى اراك تجرد نفسك يا لبقية جدى واجى
 واجى لا يجر عنك ما ترى فوالله ان ذالك
 العهد من رسول الله الى جدك وابيك و
 عمك لقد اخذ الله ميثاق اناس من هذه الامة

لا تعرفهم فراعنة هذه الامة وهم معرووفون في
 اهل السموة انهم يجمعون هذه الاعضاء المتفرقة
 فيوارونها وهذه الجسوم من المضرجة و
 ينصبون لهذا الطفت علماً لقبير ابي سید
 الشهداء عليه السلام لا يدرس اشرة ولا يعفو
 اسمه على مرور الليالي ما لا يام لم يمتدون اليك
 الكفر واشياء الضلالة في محو وتطميه فلا يزداد
 اشرة الا ظهوراً وامره الا علواً

ترجمہ :- بیٹا! یہ منظر جو تم دیکھ رہے ہو تمہیں پریشان نہ کرے
 خدا کی قسم یہ رسول اللہ کا وہ معاہدہ ہے جو آپ نے تمہارے
 دادا، تمہارے باپ اور تمہارے چچا کے ساتھ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ
 نے اس امت کے چند انسانوں سے عہد لیا ہے جنہیں اس
 امت کے فراعنہ نہیں جانتے حالانکہ وہ آسمانوں کی مخلوق میں
 مشہور و معروف ہیں۔ پس وہ لوگ ان پریشان اعضا اور ان خون
 سے آلودہ اجسام کو جمع کر کے زمین میں دفن کریں گے اور صحرا

میں تمہارے والد سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر
 کا نشان بنائیں گے۔ ایسا نشان جس کا اثر شب و روز کے گزرنے
 پر بھی نہیں مٹے گا۔ حالانکہ ائمہ کفر اور گمراہ لوگ اس کے مٹانے
 کے لئے پوری جدوجہد کریں گے۔ لیکن جتنا وہ مٹانے کی کوشش کریں گے
 اتنا ہی وہ نشان قبر زیادہ ظاہر ہوتا جائے گا اور یہ معاملہ روز افزوں
 بلندی پر پہنچتا جائے گا۔

حدیث ائمہ ائمن

اس کے بعد زینب طاہرہ سلام اللہ علیہا نے حدیث
 سرکار رسالت بیان فرمائی۔ اس حدیث کو ائمہ ائمن نے ام المصائب
 جناب زینب صلوٰۃ اللہ علیہا سے بیان کیا تھا۔
 ثانی زہرا نے فرمایا کہ مجھ سے ائمہ ائمن نے اس طرح بیان
 کیا ہے۔

”ایک روز سرکار رسالت سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ
 علیہا کے گھر تشریف لائے جناب سیدہ آپ کے لئے حیرہ تیار

رہتے نہیں دیکھا۔ آخر اس کا کیا سبب ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا :-

”اے میرے حبیب! اے علیؑ! میں آپؐ کو لوگوں کو دیکھ کر آج ایسا خوش ہوا کہ کبھی ایسا خوش نہیں ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر شکہ گزاری کا اظہار کر رہا تھا کہ جبریل امینؑ نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپؐ کی قلبی حالت سے واقف ہے جو مسرت آپؐ کو اس وقت حاصل ہوئی اس پر اس نے اس نعمت کو آپؐ پر مکمل کر دیا۔ ان کے محب اور شیعہ آپؐ کے ساتھ جنت میں ہوں گے اور کبھی آپؐ سے جدا نہیں ہوں گے اور اس طرح زندگی بسر کریں گے جس طرح آپؐ کریں گے آپؐ ان سے راضی و بخشنہ رہیں گے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہوگا کہ اس دنیا سے دُنی میں آپؐ کی ذریت اور ان کے شیعوں کو رنج و آلام اور شدائد و مصائب

کر کے لائیں۔ جناب علیؑ مرتضیٰ نے کھجوریں پیش کیں حضرت ام المومنینؑ نے مکھن اور دو دھڑ پیش کیا۔ سرکار رسالت محمد مصطفیٰؐ جناب امیرؑ سیدہ طاہرہ فاطمہؑ زہراؑ اور حسینؑ علیہم السلام نے چیزیں نوش فرمائیں۔ پھر جناب امیرؑ نے سرکار ختمی مرتبتؐ ہاتھ منہ دھلایا آل حضرتؑ نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے اور جناب امیرؑ سیدہ طاہرہؑ اور حسینؑ کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا، آپؐ کے چہرہ سے مسرت نمایاں ہوئی۔

”پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے۔ پھر روبرو بقلہ کر دعا کی اور سجدہ میں گئے اور رونے لگے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب سجدہ سے اٹھے تو آپؐ کی ریش اطہر سے آنسوؤں کے قطرے ٹپک رہے تھے جناب کی یہ حالت دیکھ کر جناب مرتضیٰؑ جناب سیدہ اور جناب حسینؑ علیہم السلام پر رنج و داغ کی کیفیت طاری ہوئی جناب امیرؑ اور جناب سیدہؑ نے عرض کیا اللہ آپؐ کی آنکھوں کو نہ رلائے۔ آپؐ کی اس گریہ و زاری سے ہمارے دلوں کو مجروح کر دیا ہے۔ ہم نے آپؐ کو کبھی اس طرح

سے دو چار ہونا پڑے گا۔ آپ کی امت کا ایک ایسا گروہ ہوگا جو آپ کے دیے ہوئے نام اختیار کرے گا، ان پر ظلم و ستم کرے گا اور انہیں یہ مظالم برداشت کرنا ہوں گے۔ یہ گروہ بظاہر آپ کی امت سے ہوگا لیکن باطناً اللہ اور رسول سے بیزار ہوگا۔ اور آپ کی ذریت اور ان کے شیعوں کو قتل کرے گا اور ایذاؤں پہنچائے گا۔ ان کے آثار اور قبور کو مٹاتا رہے گا۔ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد اور آپ کے شیعوں کے لئے یہ ابتلا اس لئے منظور فرمائی ہے تاکہ ان کے درجات بلند ہوں۔ وہ قرب الہی میں مقامات رفیعہ کو حاصل کر سکیں۔ پس آپ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور اس کی قضا و قدر پر راضی ہوں۔ اس پر میں نے اظہارِ رضامندی کیا اور شکر بجالایا۔ پھر جبریل امین نازل ہوئے اور کہا:۔

یا رسول اللہ! یہ آپ کے بھائی علی دشمنانِ دین کی مخالفتوں سے دو چار ہوں گے، آپ کے دین و ملت اور آپ کے آئین و قوانین قائم اور جاری رکھنے کی وجہ سے رنج و آلام میں مبتلا ہوں گے اور اس امت ان پر غالب آجائیں گے اور یہ اپنے وطن سے دور ایک شہر میں ہجرت کریں گے اور ایک بدترین خلق جو مثل پے کنندہ ناقہ صالِح ہوگا ان پر حملہ کرے گا اور یہ اس کے ہاتھ سے شہید ہوں گے۔ ان کی شہادت کے بعد آپ کے اہل بیت اور ان کے شیعوں کی مصیبتوں میں اضافہ ہو جائے گا، یہاں تک کہ آپ کے اس فرزند ارجمند حسین ابن علی کو اپنے رشتہ داروں اور چند مخصوص نیک بندوں کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے شہید کیا جائے گا۔ اور اس سرزمین کو بلا کزوہ عزت و حرمت حاصل ہوگی، جو کسی در زمین

کو حاصل نہ ہوئی ہوگی اور اس سر زمین کو عزت و حرمت کے لحاظ سے بہشت کا درجہ حاصل ہوگا جس دن آپ کا یہ فرزند شہید ہوگا اس دن عالم میں ایک عجیب سیجان برپا ہوگا۔ زمین میں زلزلہ ہوگا، پہاڑ لرزاں ہوں گے سمندروں اور دریاؤں میں تلاطم برپا ہوگا اور غضب الہی کے ایسے آثار نمایاں ہوں گے کہ اس زمین کے رہنے والے مضطرب و پریشان ہو جائیں گے اور یہ اس لئے ہوگا تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے ہاں آپ کی ذریت کی کیا قدر و منزلت ہے اور ان کی ایذا رسانی پر اللہ کے غضب کا کس طرح اظہار ہو سکتا ہے۔ پھر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اللہ تعالیٰ عالم کی ہر چیز کو حکم دے گا کہ آپ کی مظلوم و ضعیف اولاد کی مدد کرے۔ کیونکہ وہ اللہ کی مخلوق پر آپ کے بعد اللہ کی حجت ہوں گے پس اللہ وحی فرمائے گا آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، سمندروں اور ان میں جو

مخلوق ہے سب کو کہ میں اللہ قادر ہوں۔ مجھ سے فرار ممکن نہیں اور نہ مجھے کوئی عاجز کر سکتا ہے۔ اور میں انتقام لینے پر پورا قادر ہوں، مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم میں ان لوگوں کو جہنم نے میرے رسول، میرے حبیب سے دشمنی کی اور اس کی اولاد کو اذیت دی اور اس کی ہتک حرمت کی، اس کی عزت کو قتل کیا عذاب شدید میں مبتلا کروں گا۔

"یا رسول اللہ! جب حسین اور ان کے انصار زخمی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ خود ان کی ارواح کو قبض فرمائے گا۔ ساتویں آسمان سے ملائکہ یا قوت اور زور کے برتن لائیں گے جن میں آپ حیات ہوگا اور چنر فرشتے عہدہ ہائے بہشت اور بہشت کی مٹی لے کر نازل ہوں گے۔ اس پاک و پاکیزہ پانی سے انہیں غسل دیں گے اور عہدہ ہائے جنت ان کا کفن ہوں گے اور انہیں بہشت کی مٹی سے حنوط کیا جائے گا۔ پھر

اللہ تعالیٰ آپ کی امت میں ایک گروہ کو مقرر کرے گا۔
یہ گروہ ان نحشوں کو دفن کرے گا اور سید الشہداء اور
ان کے انصار کی قبور کے نشانات کو بلا میں قائم کرے گا۔
جو اہل حق کے لئے رشد و ہدایت کے نشانات ہونگے
اور مومنین کے لئے برکت و فوہ ہوں گے۔ ایک لاکھ
فرشتے ہر روز آسمان سے ان کی زیارت کے لئے
آئیں گے اور ان قبور پر تسبیح و تقدیس کریں گے، اور
ان کے زواروں کے لئے استغفار و طلبِ مغفرت
کریں گے۔ زواروں اور ان کے آباء و اجداد اور ان
کے قبیلوں اور شہروں کے نام لکھ لیا کریں گے۔ زواروں
کی پیشانیوں پر نور سے لکھ دیا جائے گا کہ یہ زائرِ قبر
سید الشہداء ہے اور قیامت کے دن اس تحریر کی
روشنی سے مخلوق کی آنکھیں چندھیا ئیں گی اور یہ زوار اس
روز اس تحریر سے پہچانے جائیں گے۔

”یا رسول اللہ! اس وقت یہ منظر میری

آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ جب آپ میرے اور
میکائیل کے درمیان ہوں گے اور آپ کے بھائی ہمارے
سامنے ہوں گے اور ہمارے ساتھ بے شمار فرشتے
ہوں گے اور ہم میدانِ حشر میں زوارانِ حسین کو انکی
پیشانی کی تحریر دیکھ کر چن رہے ہوں گے تاکہ اس روز
کے خوف و ہراس سے ان لوگوں کو نجات دلائیں۔“
”یا رسول اللہ! یہ اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کا لطف
کرم ہے جو آپ کے بھائی یا آپ کے نواسوں
حسین کی قبروں کی زیارت کرے۔“

”یا رسول اللہ! کچھ لوگ ایسے بھی پیدا
ہوں گے جو علی اور آپ کی ذریت کی قبروں کو مٹانے
کی کوشش کریں گے، لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوگی
ان پر خدا کی لعنت اور اس کا عذاب ہوگا۔“

یہ بیان فرمانے کے بعد سرکارِ ختمی مآب نے فرمایا ”یا علی یا فاطمہ
جبریل علی اس تقریر نے مجھے اس قدر دلایا اور میری گریہ ناری

اور ربح و ملال کا سبب یہ بیان ہوا۔

(طراز المذاہب، سیرت زینب موکلفہ سید محمد حسین جعفری)

اس روایت سے جناب زینب کی رفعت منزلت عیاں ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کن اسرار و اخبار مخزونہ کی مالک تھیں۔ اس مخدومہ کو یمن کا کیا کہنا کہ جو حجت خدا، امام زمانہ، صابروں کے سردار کے اضطراب اور بے چینی کو دور کرنے والی اور مصہوم کو تسلی دینے والی ہو۔ اس روایت میں جن واقعات کو بیان کیا گیا ہے وہ کس قدر صحیح اور حقیقت کو اپنے دامن میں لے ہوئے ہیں۔ راویہ حدیث ام ایمن ہیں۔ برکت نامہ ام ایمن کنیت، اور ام النظایع و سلسلہ نسب یہ ہے۔ برکت بنت ثعلبہ بن عمرو بن حصن بن مالک بن سلمہ بن عمرو بن نحران جہشمی کہلے بنی النضر بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کینز تھیں۔ بچپن سے ان کے ساتھ رہیں۔

(اصابہ جلد ۸ ص ۲۱۲ و ۲۱۳) (سیر الصحابہ)

(ص ۱۱۶)

حضرت عبد اللہ نے اپنے انتقال پر رسول اللہ کے لئے جو ترکہ

چھوڑا ان میں ام ایمن بھی تھیں، آپ نے اپنے بعد جو کچھ ترکہ چھوڑا وہ ابن سعد کی تحقیق میں یہ تھا،

ام ایمن وخمسۃ اجمال وقطحتہ غنم فورت ذالک رسول اللہ صلعم وکانت ام ایمن تحضنہ واسمہا برکتہ (طبقات ابن سعد)

”ایک ام ایمن خادمہ، پانچ اونٹ اور چند وہ بیاں اور یہی قلیل اشیاء رسول اللہ کو وراثت میں ملیں، ان ہی ام ایمن نے بچپن میں رسول اللہ کو کھلایا تھا اور ان کا نام برکت تھا“

اس تحقیق سے اس قول کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے کہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ کوئی ان کا وارث ہوتا ہے۔

جب رسول اللہ اپنے والد ماجد کے وارث ہوئے تو ان کی اولاد بھی یقیناً ان کی وارث ہے۔

حضرت ام ایمن رسول اللہ سے احادیث روایت کرتی ہیں ان کے راویوں میں حضرت انس بن مالک، حنظل بن عبد اللہ صناعی

اور ابو ذر مدنی داخل ہیں۔

جناب رسالت مآب ان کی عزت فرماتے تھے اور فرمایا تھے کہ اُمّ ایمن میری ماں ہیں اکثر ان کے مکان پر تشریف لے جاتے تھے ان کو بھی رسول اللہ سے بے حد محبت تھی۔ چنانچہ

اللہ میں جب سرکار رسالت نے انتقال فرمایا تو اُمّ ایمن سے

مغموم تھیں اور رو رہی تھیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ سمجھایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خدا کے

بہتر چیز موجود ہے جو اب ملا یہ خوب معلوم ہے اور یہ رونے کا سبب بھی نہیں۔ رونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ اب وحی کا سلسلہ متفقہ

گیا حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ پر اس جواب کا یہ اثر ہوا کہ بھی ان کے ساتھ مل کر نہ اور قطار رونے لگے (صحیح مسلم

ص ۳۲۱) (سیر الصحابیات ص ۱۱)

حضرت اُمّ ایمن نے حضرت عثمان کے عہد حکومت میں

پائی (سیر الصحابیات ص ۱۱)

حضرت اُمّ ایمن جناب معصومہ کو نین صدیقہ کبریٰ حضرت

فاطمہ زہرا کے مقدمہ فذک میں سیدہ طاہرہ سلام اللہ کی طرف سے گواہ تھیں۔ چنانچہ جب سیدہ سے ہمہ کا ثبوت طلب کیا گیا تو آپ نے اسے پیش کیا۔

جناب فاطمہؑ نے اپنے دعویٰ میں سیدہ کے ثبوت میں حضرت علیؑ

حضرت اُمّ ایمن، حضرت امّ کلثوم (زنوب طاہرہ) جناب

امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام کو پیش کیا۔ جنہوں نے

بیان دیا کہ واقعی ہمارے رو برو جناب رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ان اراضیات کو بحق فاطمہؑ سے کر کے قبضہ ان

کو دے دیا تھا۔ (صواعق محرقة ابن حجر کی باب الفصل الخامس

ص ۱۲۱، وقایع سید نور الدین سمهودی الجزء الثانی باب

السادس فصل الثانی ص ۱۵۴، شرح مواقف، کتاب الاکتفالا لبرہیم

بن عبدالوہابی، سیرۃ فاطمہؑ ص ۱۱)

کو نہ سے باہر بھائی کا سر نوک نیزہ پر دھیکر

انہی یا ہلا لا غاب طلوعہ فمن فقہہ ضحیٰ لہماری کلیدی

ترجمہ :- اسے بھائی ! اسے چاند ! جس کا طلوع غائب ہو گیا ہے اور آج کے نہ ہونے سے میرا دن رات میں بدل گیا۔ (دونوں رات کی مانند ہو گیا ہے)

بازارِ کوفہ میں معرکتہ الالرا خطبہ

فاضل جلیل ہنسوی مدظلہ العالی کوفہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں : ”وہ شہر کوفہ جو قبۃ اسلام سمجھا جاتا تھا، جس کی آبادی آنحضرتؐ کے وفات کے بعد میں خلیفہ دوم حضرت عمرؓ بن الخطاب نے کافی اہتمام سے آباد کی تھی، مخصوص قبائل عرب کو آباد کر کے اس کی آبادی کو مخصوص نوعیت کے ساتھ بڑھایا گیا تھا، جہاں حضرت زینبؓ اور حضرت ام کلثومؓ بہ حیثیت شاہزادی قیام فرما چکی تھیں۔ آج اسی شہر میں چل پھل ہے۔ مسرت کے شادیانے جا رہے ہیں۔ ہزاروں تماشا بیٹوں کا ہجوم ہے کیوں؟ اس کی حکومت نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کے امیر پر ایک خارجی (معاویہ) نے خرچ کیا تھا۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی حکومت کو کامیابی

ہوئی ہے اور اسی کے اہل و عیال گرفتار کر کے کوفہ میں لائے جا رہے ہیں۔ قتل اس کے کہ مظلوموں کا قافلہ کوفہ میں داخل ہو جائے گا یہ حکم ہے کہ اس موقع پر کوئی شخص سلاخ جنگ کے ساتھ نہ نکلے کوئی شخص ہتھیار لگائے ہوئے کوفہ میں دکھلائی نہ دے۔ گویا دفعہ ہمہ ا کے نفوذ کے بعد جگہ جگہ پر کسی دہشت کے سبب سے پیادوں کی ایک بڑی تعداد کہ جنہی تعداد دس ہزار بتلائی گئی ہے مقرر کردی گئی (رد منہ الاجاب) بازار کوفہ میں ایک اٹھ دھام ہے بعض کو اصل واقعہ کی خبر ہے۔ بعض بے خبر سرکاری رپورٹ پر اعتبار کرتے ہوئے سمجھ رہے ہیں کہ مخالفین اسلام کی جماعت پسپا ہوئی اور ان کے اہل و عیال گرفتار ہوئے۔ ان حالات میں خطیبہ آل محمدؐ عقیلہ اہل بیت زینبؓ طاہرہ سلام اللہ علیہا کو تقریر فرمانا ہے۔ غلط فہمی میں مبتلا لوگوں کو آگاہ کرنا ہے۔ اپنا تعارف کرنا ہے۔ سرکارِ سید الشہداءؑ کی عظمت کا سکھ بٹھانا ہے۔ جناب زینبؓ سلام اللہ علیہا کے اس خطبہ کی روایت تمام کتب مقاتل میں موجود ہے۔ بعض نے اس کا راوی بشر بن جزیع لکھا ہے۔ بعض نے خذلم بن اشتر ایک گروہ نے جزام بن

ستیر لاسدی صاحب احتجاج نے اس روایت میں اسی تیسرے راوی کو اختیار کیا ہے۔ کتاب البیان علامہ جاحظ عثمانی نے راوی کا نام خزیمہ اسدی لکھا ہے چنانچہ جناب الامام لاسدی کہتا ہے:-

لا اری واللہ خضرة قط النطق متھا کانتھا تنطق
وتفزع من لسان امیر المومنین علی علیہ السلام
قد اشارت الی الناس ان النصر اذ تدت الالفاس
وسكنت الارحاس۔

ترجمہ:- خدا کی قسم! میں نے کسی پر وہ نشیں عورت کو نہیں دیکھا جو جناب زینب بنت علی علیہ السلام سے زیادہ گویا اور سخن گو ہو۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا جناب امیر علیہ السلام تقدیر فرما رہے ہیں اور چچے تلے الفاظ جناب علی مرتضیٰ اردا حلالہ الفاظ کی زبان صداقت ترجمان سے ادا ہو رہے ہیں۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا نے اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ پھر کیا تھا، سانسوں کی آمد و رفت کی آواز رک گئی اور ان گھنٹیوں کی آواز جو اونٹوں کے گلے میں بھینس بیٹھ گئی۔ مکمل خاموشی طاری ہو گئی۔

یہم عاشور امام حسین علیہ السلام نے بھی یزیدی لشکر کے کمانڈر عمر ابن سعد سے فرمایا تھا کہ لشکر کو خاموش اور ساکت کر دے۔ لیکن یہ بلوں قبیل ارشاد نہ کر سکا تو سرکار سید الشہداء نے اپنے دستِ مجرما سے اشارہ فرمایا اور اس اشارے سے ایسا سکوت سکون طاری ہوا کہ پھر دوں کے بھنبھانے کی آواز سنائی دینے لگی بشرکتہ الحیثی جناب زینب سلام اللہ علیہا کے دستِ مبارک کے اشارے نے بھی وہی اثر پیدا کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آلِ خذرہ عصمت و طہارت بھی اس روحانی تصرف و اقتدار کی مالک یقیناً جو حجتِ خدا آپ کے معصوم بھائی کو حاصل تھا۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کا مقام ولایت اس سے بلند و برتر ہے کہ ان کا ذی حیات نفوس اور غیر ذی حیات اشیاء پر تصرف سرایہ حیرت و استعجاب ہو سکے۔

سیدہ جناب زینب طاہرہ کے بیانات طباریع و نفوس کے لئے اس قدر مؤثر، مطبوع و مقبول تھے کہ تمام حضار ہر تن گوش ہو گئے اور بے حس اشیاء پر سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔

اب خطبہ ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرمایا :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله والصلاة على ابي محمد وآله
الطيبين الاخيار يا اهل الخش والقد والخذل
والمكر اتبكون فلا رقاۃ الدمعة ولا هداۃ
زفرة فانما مثلکم مثل التي نقصت غرۃ الجدار کا کا
تخذون ايمانکم دخلۃ بینکم الا وهل فیکم
الا الصلۃ والنطفۃ والصدر الشنتۃ
والکذب والخلق الدماء وغن الدماء
ولم علی دمنۃ او کقصۃ علی ملحود الدماء
ما قدمت لکم انفسکم انت سخط الله علیکم
وفي العذاب انتم خالدون

ترجمہ :- آغاز کلام اللہ کے نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں اور درود سلام میرے باپ محمد پر

اور ان کی مبارک و پاکیزہ اور نیک آل پر۔

(اے اہل کوفہ !)

اے فریبیو ! اے بے وفاؤ ! اے ساتھ چھوڑ دینے والو بدکارو !

تم اب روتے ہو ا خدا تمہارے آنسو خشک نہ کرے اور تمہارے

سینے آتش غم و اندوہ سے ہمیشہ جلتے رہیں۔ تمہاری مثال اس

عورت کی ہے جس نے بڑی محنت و مشقت سے مضبوط ڈوری

بٹی پھر اس کو خود کھول دیا یا توڑ دیا۔ کہا تم ایسی جھوٹی قسمیں

کھاتے ہو جس میں صدق و صفائی کو کوئی دخل نہیں۔ آگاہ ہو جاؤ

کہ تمہارے پاس سوائے یا وہ کوئی، جھوٹی شیخی، فسق و فجور، بغض،

و کینہ، کذب و چاپلوسی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہاری حالت لہ خرید

ونڈیوں کی ہے جو ذلیل ترین ہوتی ہیں۔ تمہارے دلوں میں عداوت اور

کینہ بھرا ہوا ہے۔ تمہاری کیفیت اس سبزی کی مانند ہے جو غلیظ و

کثیف زمین میں اُگتی ہے اور سرسبز ہوتی ہے یا اس پگچ، چونکا کی

مانند ہے جو قبروں پر لگائی جاتی ہے۔ آگاہ ہو کہ تم نے بڑے

بڑے اعمال کا اقدام کیا ہے اور اپنی آخرت کے لئے ناپسندیدہ

نارواہ تیار کیا ہے، جس کی وجہ سے اللہ تم سے سخت ناراض

ہو اور تم پر اس کا عذاب وارد ہوگا جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔
 اَتَبْكُون و تَتَحَبَّوْنَ اِخِي اَجَلٌ وَاللّٰهُ فَاَبْكُوا وَاَبْكُوا
 بِالْبَكَاءِ فَاَبْكُوا كَثِرًا وَاَفْضَلُوا قَلِيْلًا - فَقَدْ بَلَّيْتُمْ اِجَارَ
 رَهَا و مَنِيْتُمْ لِيَشَارَهَا وَلَنْ تَرْحَضُوَهَا بَعْدَهَا
 اَبَدًا وَاَنْتِي تَرْحَضُوْنَ قَتْلَ سَلِيْلِ هَاتِمِ الْبَنُوَّةِ و
 مَعْدَتِ الْمَرْسَالَةِ و سَيِّدِ شِيَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ و مَدَارِ
 حَرْبِكُمْ و مَقَرِّ سَلَامِكُمْ و اَسَاسِ كَلِمَتِكُمْ و مَفْرَعِ كَلَامِكُمْ
 و مَنَارِ مَجْتَمَعِكُمْ و الْمَرْجِعِ مَقَالَتِكُمْ و قُدْرَةِ سَنَتِكُمْ الْاَسَاسِ
 مَا قَدْ مَتَمَّ لَا نَفْسَكُمْ و سَائِر مَا تَذَرُوْنَ لِيَوْمِ بَعْثِكُمْ
 و بَعْدِ اَلَيْكُمْ و سَحَقًا و تَحْسَبًا تَحْسَبًا و نَكْسًا نَكْسًا
 ترجمہ :- اب تم میرے بھائی کے لئے روتے اور گریہ و ناری
 کی آوازیں بلند کرتے ہو۔ ہاں قسم خدا کی روؤ اس لئے کہ تم
 مرزا داروں کے ہو۔ ہاں روؤ اور خوب روؤ اور کم ہنس
 اس لئے کہ تم اپنے زمانہ کئے امام کے قتل و غار میں مبتلا ہو چکے
 ہو ان کے خون ناحق کا دھبہ تمہارے دامنوں پر لگ گیا

۱۳۳
 ہے جس کو تم کبھی بھی دھو نہیں سکتے اور سلیل خاتم النبوة اور معدن الرسالہ
 اور سید شباب اہل الجنت کے قتل کے الزام سے بری نہیں ہو سکتے تم نے
 ایک ایسے شخص کو قتل کیا جو صلح اور لطافتی میں تمہارا پشت پناہ تھا جو تمہارے
 گفتار و کلام کی بنیاد تھا جو تمہاری مصیبت میں تمہارا ملجا و ماویٰ تھا تمہاری
 نجات کا منارہ، تمہاری سنت کا عالم، تمہارے قول کا مرجع اور تمہارے
 طریق کو بیان کرنے والا خطیب قوم تھا۔ آگاہ ہو کہ اس دنیا میں تم بہت ہی بے
 کام کے ترک ہو گئے اور کیا ہی بڑا زور راہ تم نے قیامت کیلئے کیا کیا
 نیت ہو تم پر اور تمہارے لئے ہلاکت و بربادی ہو۔

لَقَدْ خَابَ السَّعْيُ وَتَبَتِ الْاَيْدِي خَسِرَتِ الْمَصْغَفَةُ نَبُوْتُمْ بِخَضْبٍ مِّنْ
 اللّٰهِ ضَرَبَتْ عَلَيْكُمُ الثَّلَاةَ وَالْمَسْكَنَةَ و بَلَّيْتُمْ يَا اَهْلَ الْكُوفَةِ اَتَذَرُوْنَ
 اِي كَبِدٍ لِّمُحَمَّدٍ فَرِيْتُمْ وَاِي عَهْدٍ نَّكَلْتُمْ وَاِي كَرِيْمَةٍ لَّهِ اَبْرَزْتُمْ وَاِي دَمٍ
 لَّهِ سَفَلْتُمْ وَاِي حَرَمَةٍ لَّهِ هَتَّكْتُمْ ؟

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِذَا كَادَ السَّمُوَّةُ تَيْفَقَطُ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ و
 تَخْرُجُ الْجِبَالُ هَذَا و لَقَدْ جِئْتُمْ بِهَا شَرًّا و خَرَقَاءَ و صَلْحًا عِنْدَ فَقْدِ طَلْعِ
 الْاَرْضِ و مَلَأَ السَّمَاءُ فَجْتُمْ اَنْ مَطَرَةُ السَّمَاءِ و مَا وَا الْعَذَابِ
 الْاٰخِرَةِ اَخْرَجْنِي و هُمْ لَا يَتَصَرَّوْنَ فَلَا يَسْتَخْضَعُكُمْ الْمَحَلَّ

فانه عز وجل لا يخفـره البرار ولا يخاف عليه قوت
الشار وان ريكـم ليا^٣ المصاد

ترجمہ:- تمہاری کوششیں ناکام رہیں اور تم ہلاک ہو گئے۔
تمہاری تجارت گھاٹے میں رہی۔ تم خدا کے غضب میں آ گئے اور
تم ذات اور خداری میں مبتلا ہو گئے۔ وائے ہو تم پھارے اہل کوفہ!
کیا تم جانتے ہو کہ تم نے محمد مصطفیٰ کے حکم کے کس ٹکڑے کو کاٹا،
اور کس عہد کو تم نے توڑا؟ اور کیسی شریف عورت کو تم نے
بے پردہ کیا؟ اور کس کی ہتک حرمت تم نے کی؟ تم ایسے فعل بد و
بیع کے مرتکب ہوئے ہو کہ اس کی وجہ سے قریب آسمان زمین پر
گر پڑے، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جائیں۔ تم
اپنے امام کو قتل کر کے عجیب فعل بد، حماقت، کارِ سخت و بزدلی
سرکشی اور ناشکرہ گزاری کے ذمہ دار ہو گئے ہو۔ ان سب امور
کے واقع ہو جانے کے بعد اگر آسمان سے خون برسے تو تم کو کیا
تعجب ہو سکتا ہے۔ ہاں یاد رکھو کہ آخرت کا عذاب بہت سخت
ہے۔ اسی وقت کوئی مدد و نصرت کرنے والا نہیں ہوگا۔ خدا نے

یہ تم کو کھوڑی جہلت دی ہے اس کو حقیر و ذلیل نہ سمجھو اور اس سے مطمئن نہ ہو جاؤ کیونکہ خدا کو جلدی سے کام نہ لینا عاجز نہیں کرتا اور انتقام کا وقت گزر جانے کا اندیشہ نہیں رکھتا تمہارا خدا تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے۔

اس کے بعد سیدہ زینبؓ نے یہ اشعار پڑھے :-

ماذا تقولون اذ قال النبی کم
ماذا فعلتم وانتم آخر الامر ؟

ماہل بیٹی و اولادی و مکرمتی
منہم البساری و منہم اخر جوا یدم

ترجمہ :- تم کیا کہو گے ؟ کیا جواب دو گے ؟ جب کہ مہر کار رسالت
تم سے فرمائیں گے ارے تم نے آخری امت ہو کہ یہ کیا کیا ؟

میرے اہل بیتؑ، میری اولاد اور میری عزت و حرمت کے ساتھ
یہی کہ بعض کو ان میں سے قید کیا اور بعض کو قتل کیا۔

ماکان ذالک جزائی اذ نصحتکم

ان تخلفونی لبسوع فی ذوی الرحمی
 میری نصیحت (رسالت و صلاح) کا یہ بدلہ تھا کہ تم میرے
 ارشد وارثوں سے ایسا برا سلوک کرو۔ یا نازکوفہ کی تقریرِ عظم

ہوئی۔ اب اس تقریر کی تشریحات و توضیحات پر غور فرمائیے۔

توضیحات و تشریحات

۱۔ زینب طاہرہ، خطیبہ اسلام فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور
افصح الناس علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور جوامع الکلم جناب
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اسی محقق۔ مگر جن حالات
میں، جس ماحول میں اور جن نازک مقامات میں عقیقہ آل محمد
اپنی خطابت کا مظاہرہ کرنا پڑا ان بزرگواروں کو کبھی پیش
تھے۔

عورتیں جذباتی ہوتی ہیں۔ وہ رنج و غم کے جذبات میں بہت
سرعت سے اور جلد متاثر ہوتی ہیں۔ دنیا میں کسی عورت کو
قدر رنج و مصائب اور اس قدر درد و آلام سے دوچار ہونے
کا اتفاق نہیں ہوا جو زینب طاہرہ کو درپیش تھے۔

بھلا کوئی عورت دنیا میں ایسی ہوئی ہے جس نے ایک
میں اپنے گھر میں سو سے زیادہ انسانوں کی خبر مرگ کو سنا

انسان بھی ایسے باوقفا جو اس کے خاندان کے ننگ و ناموس
اور عزت و حرمت پر مرے اور جب تک دندہ رہے خاندان
رات کے کسی فرد کا بال بیکا نہ ہونے دیا۔ بھلا کوئی عورت
دنیا میں ایسی ہوئی ہے؟ جس کے سامنے ایک دن میں اس کے
بھائیوں، بھتیجیوں، بیٹوں، بھائیوں نے تین دن کی تشنگی میں
انتہائی مظالم میں شریعت شہادت نوش کیا ہو اور جس کا گھر صبح
سے شام تک آجڑا گیا ہو۔ بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے جس کے
گھر میں اتنی اموات ہوئی ہوں اور پھر اسے کشتگانِ لارہ خدا
پر رونے کا موقعہ بھی نہ دیا گیا ہو؟

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے جس کے خاندان کے سب
مرد بجز ایک مرد کے شہید ہو گئے ہوں اور ان صدمات کے
بعد ننگ انسانیت دشمن گھر میں گھس آئے ہوں اور اہلوں نے
بکیں بیواؤں اور یتیم بچوں کو لوٹا ہوا اور پھر ان کے گھروں
کو آگ لگا دی ہو؟

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے جس نے ان واقعات کے

بعد ایک طویل رات اور سخت سے سخت رات بھائی کے بچوں کی اور خانان کی بیکیں عورتوں کی نگہبانی کے لئے پہرہ دے کر گزاری ہو؟

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے، جس نے اپنے رفیع الشان خاندان کے شہیدوں کی نعشوں کو پامال سیم اسپاں ہوتے دیکھا ہو؟

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے، جسے ایسے میدان میں سے گزرنے کا موقع ملا ہو، جس میں اس کے عزیزوں کی نعشیں بے گور کفن پڑی ہوں اور وہ مجبور قیدی کی حالت میں اس میدان سے گزر رہی ہو۔

بھلا کوئی عورت ایسی ہوئی ہے، جو شاہزادی ہو اور اسے ایسے شہر میں سے قیدی بنا کر لایا جا رہا ہو جو کبھی اس کے تاجدار باپ کا دارالسلطنت تھا وہ شہر لاغر پر سربرہنہ سوار ہو اور اس کے ارد گرد اس کے بھائیوں اس کے بھتیجیوں، اس کے بیٹوں اور اس کے عزیزوں اور اس کے خاندان کے جاں نشا

عقیدت مندوں کے سرہوں اور اس کے ارد گرد تنگ انسانیت فوجوں کا پہرہ ہو، جن کے چہروں پر اس کے عزیزوں کا خون ملا ہو اس کے ارد گرد مخالفت لشکری فتح کے نعزہ لگا رہے ہوں اور اس مخدرہ کو اس سے پہلے کبھی مجمع عام میں تقسیم کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔

مگر ذہنی طاہرہ ہیں کہ ان حالات کے باوجود بادار کوفہ میں ہزاروں کے مجمع میں تقریر فرما رہی ہیں۔ عورت تو عورت کسی مرد کو بھی ایسا موقع نہیں ملا۔ جذبات کا، سجان بہتر سے بہتر مقرر کی زبان پر مہر سکوت لگا دیتا ہے۔ یہ وہ نفسیاتی حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ خلیفہ آل محمد ام المصائب جناب زینب صلوٰۃ اللہ علیہا اپنے قطبہ کا آغاز اسلامی شعار میں حمد الہی سے فرما رہی ہیں۔ حمد پر "استغراق" کا ہے۔ یعنی ہر قسم کی حمد اللہ ہی کے شایان شان ہے۔ یہ انداز کلام ظاہر کر رہا ہے کہ کائناتِ عالم میں اگر کوئی اور بھی حمد کا مستحق ہے تو اس کا سزاوار حمد ہونا ثانوی حیثیت

رکھتا ہے۔ حمد کی اولیت کے شایانِ شان اللہ ہی ہے، جس کے سامنے زبردست سے زبردست مخلوق سپر انداختہ ہے۔ رحمت اور افضال سے یہ مخلوق مستحقِ حمد و ثنا ہوئی اور جس نے قابلِ حمد ہونے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ یہ جب خدا سے باغی انسانوں کو اس اللہ کا تصور دلایا ہے، جسے فراموش کر کے انسان ننگِ انسانیت افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ اگر یاد ہو تو ظلم و ستم اور گناہ و معصیت کا امکان ہی نہیں۔ اللہ کا عقیدہ ہی انتہائی رنج و آلام اور شدائد و مصائب میں وجہ تسکینِ قلبِ انسانی ہو سکتا ہے۔ اللہ کا انکار ہی ہم میں عالمی مشکلات کا سبب رہا ہے۔ موجودہ زمانے کا متمدن انسان علم و سامنس کی انتہائی ترقی کے باوجود مضطرب، پریشان اور بے چین ہے اس کی ایک بہت بڑی وجہ وجودِ مصائب و آفات ہے۔ نظامِ عالم میں امن و سکون کی فضا کے لئے ایک ہستی کا اقرار ضروری ہے جس کا خوف قوی و زبردست ہو سکے۔ زبردست پر ظلم و ستم کرنے سے روک سکے اور اسے اعتماد اور یقین نہ ہو کہ وہ امید و مایوس نہ ہونے دے اور اسے اعتماد اور یقین نہ ہو کہ وہ امید و مایوس نہ ہونے دے۔

کڑی سے قوی انسان پر بھی ایک قوتِ قاہرہ موجود ہے، جس کے سامنے زبردست سے زبردست مخلوق سپر انداختہ ہے۔ اور وہ عادل ہے۔ تشدد اور ظلم کا انتقام ایک نہ ایک دن ضرور ملے گا۔ صدیقہ طاہرہ جنابِ زینبِ سلام اللہ علیہا کا انتہائی مصائب میں اس طرح حمد و شکر میں مصروف ہونا صاف بتلا رہا ہے کہ یہ ذواتِ قدسیہ آیات اللہ ہیں اور خدا کی نشانیوں میں سے سب سے بڑی نشانیاں ہیں۔ غامِ انسان مصائب کی شدت میں اللہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیتے ہیں۔ آلی محمد کا انتہائی مصائب میں حمد و شکر کا یہ انداز وہ روحانی سرمایہ ہے جو انسان کے ایمان باللہ کے عقیدہ پر استقامت کا کفیل ہے۔ یہ عبدیت کا ایسا مظاہرہ ہے جو صبر و سکون کا سرمایہ بن کر قیامت تک انسانوں کے کام آئے گا۔ ایسے شدید مواقع پر حمد و ثنا کا یہ انداز اہل بیت علیہم السلام کے اس رابطہ کا جو انہیں اپنے معبود سے ہے۔ شاہدِ ناطق ہے۔

۳۔ اللہ کی حمد کے بعد سرکارِ رسالت محمد مصطفیٰ پر درود و سلام

میں یا میرے؟ اس پر یزید نے سر جھکایا۔
 رسول اللہ کی ازواج کو از روئے قرآن "اممہات المؤمنین"
 کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے یعنی امت کے افراد کی وہ مائیں ہیں۔
 مگر سرکار رسالت کے متعلق ارشاد باری ہے وما محمد ابا احد
 من رجا لکم۔ (محمد تم مردوں میں سے کسی کا باپ یعنی "اب" نہیں
 ہے) اور پھر آیہ مباہلہ میں حسین علیہا السلام کو ابنائنا کہہ کر اظہار
 کیا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ کے "ابن" اور رسول اللہ ان کے "اب"
 ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ازواج رسول کی اہمیت عام ہے۔
 اور رسول اللہ کی ابوت آل محمد کے لئے مخصوص ہے۔

صدیقہ زینب طاہرہ کا سرکار رسالت کو باذاریہ کو ذمہ میں آئی
 میرے باپ کے لفظ سے یاد فرمانا سرکار رسالت کے احسانات
 کو یاد دلانا تھا اور یہ بتلانا تھا کہ تم لوگ اپنے نبی کی اولاد سے
 یہ سلوک کر رہے ہو۔

خاندان رسالت کے خلافت بنی امیہ کی کارروائیوں اور غلط
 پروپیگنڈے کی وجہ سے عام مسلمان آل رسول کے مراتب

اور وہ بھی لفظ "ابی" کے ساتھ اس تعلق کا اظہار ہے جو آل
 کے ان اسیروں کو سرکار رسالت سے ہے۔ خاندان رسالت کا
 کو "اب" کہنا اور اپنی اس نسبت پر فخر و ناز کرنا ان حضرات
 ہمیشہ شعار رہا ہے۔ چنانچہ جس وقت آل محمد کا قافلہ باذاریہ
 گزر رہا تھا تو ابراہیم بن طلحہ (جنگ جمل کے مشہور افسر اور حضرت
 طلحہ کے فرزند) نے سید سجاد سے طنزاً پوچھا کہ اسے فرزند
 کس کو فتح ہوئی؟ حضرت نے جواب میں فرمایا تمہیں اگرچہ
 ہے کہ کس کی فتح ہوئی تو جب نماز کا وقت آئے تو اذان
 کہنا۔ اس وقت جب ہمارے "اب" (رسول اکرم) کا ذکر ہو
 معلوم کر لینا کہ کس کی فتح ہوئی۔

جب مجلس یزید میں حضرت سید سجاد نے تقصیر فرمائی
 اپنا تعارف خود کرایا تو یزید نے یہ دیکھ کر کہ اس تقصیر
 اثرات اہل مجلس پر پڑ رہے ہیں۔ مؤذن کو اذان کہنے کا حکم
 مؤذن نے اذان شروع کی۔ جب ذکر رسالت پر پہنچا تو یزید
 نے فرمایا۔ اسے یزید! اب بتلا کہ محمد رسول اللہ تیرے باپ

اعتراف کرتا ہے کہ رسول اللہ کے بعد شایان ذکر آل رسول
ہو گئے تھے اور انہیں آل محمد کا عرفان نہیں رہا تھا، وہ بنی امیہ
کو ہی خاندان رسالت اور ذریت رسول سمجھتے تھے، زینب ظاہر
نے اس امر کے اظہار کے لئے کہ آپ ہی حقیقی طور پر خاندان رسالت
اور ذریت و عترت رسول ہیں لفظ "ابی" کو استعمال کیا نیز جناب
ذرینب سلام اللہ علیہا اہل کوفہ کو متنبہ کرنا چاہتی تھیں، اور ان
کے کفر و نفاق اور ان کی بے ایمانی اور شقاوت کو ظاہر کرنا چاہتی
تھیں اور انہیں بتلانا چاہتی تھیں کہ تم ایمان سے اس قدر بے ہوش
ہو کہ میرے باپ محمد مصطفیٰ کا بظاہر کلمہ پڑھتے ہو لیکن ان ہی کا
اولاد کو قتل کرتے ہو اور قید کرتے ہو اور ان کی تہک و تباہی
کرتے ہو۔

عام طور پر جب مسلمان اسم مبارک سرکار رسالت زبان
پر لاتا ہے تو کہتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ اجمعین۔
درود میں اس کی یہ ترتیب بتلا رہی ہے کہ اللہ کے بعد محمد
مصطفیٰ کا درجہ ہے۔ اور محمد مصطفیٰ کے بعد آل کا درجہ ہے
اور ان کے بعد صحابہ کرام کا درجہ ہے۔

مگر کئی مسلمان حالت نماز میں اللہ کے حضور اس طرح درود
نہیں بھیجتا بلکہ سرکار رسالت کے حکم کے مطابق اس طرح درود پڑھتا
ہے۔

اللهم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی
ابراہیم و آل ابراہیم انک حمید مجید (کتب صحاح)
مدلیہ ذرینب اہل کوفہ اور لشکر ینبہ کو بتلا رہی ہیں کہ آل
اللہ کا اعتقاد ضروریات دین سے ہے اور ان کا منکر ایمان سے
بے بہرہ ہے۔ اسی سے تم اپنا انجام سوچ لو جنہوں نے آل محمد

اس امر کا اعلان کیا ہے کہ رسول اللہ کے بعد آگے ہی کا درجہ ہے
اور یہ وہ حقیقت ہے کہ جسے ہر مسلمان ہر نماز فریضہ اور نماز نافہ
میں بار بار بیان کرتا ہے۔ اور درود میں آل محمد کہہ کر اس امر

۴۔ سرکار رسالت پر درود و سلام کے بعد آل پر درود بھیجنا
اس امر کا اعلان کیا ہے کہ رسول اللہ کے بعد آگے ہی کا درجہ ہے
اور یہ وہ حقیقت ہے کہ جسے ہر مسلمان ہر نماز فریضہ اور نماز نافہ
میں بار بار بیان کرتا ہے۔ اور درود میں آل محمد کہہ کر اس امر

کہ قتل کیا اور انہیں تاخت و تاراج کیا اور اب انہیں قید کی حالت میں شہر لشہر پھرا رہے ہو۔

آل رسول پر درود کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی جیسا کہ امام شافعیؒ نے بھی کہا ہے۔

كفاكم من عظيم القدر انكم

من لم يصلي عليكم لا صلوة له

اے آل محمد! آپ کی عظمت قدر اور رفعت منزلت کے لئے یہ کافی ہے کہ جو شخص آپ پر درود نہ بھیجے اس کی

نماز ہی نہیں اور جس کی نماز قبول نہ ہو اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، جیسا کہ سرکار رسالت نے فرمایا ہے کہ نماز رکبان

ہے، جس کی نماز قبول ہو گئی اس کے دوسرے اعمال بھی قبول ہو گئے جس کی نماز مسترد ہو گئی اس کے تمام اعمال مسترد

ہو گئے۔ گویا تمام اعمال کی قبولیت کا انحصار نماز پر ہے اور نفس نماز کی قبولیت کا انحصار درود پر یعنی ذکر محمدؐ

آل محمدؐ پر ہے۔

جناب ذنب آل رسول پر درود بھیج کر اعلان فرما رہی ہیں کہ اے اہل کوفہ اور اے لشکرِ یزید غور کرو کہ ہم پر یہ ظلم و ستم کر کے تمہارا کہیں ٹھکانا رہا ہے تم نے اپنے اعمال کو تباہ و برباد کر لیا ہے۔

آل کے ساتھ طاہرین اور اخیار کے الفاظ آل محمدؐ کی عصمت و طہارت کی دلیل ہیں، آل محمدؐ کی عصمت و طہارت آیہ تطہیر اور آیہ ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ (سورہ الدھر) سے ظاہر و باہر ہے اور اس پر احادیث سرکار رسالت بھی شاہد ہیں۔

۵. خنق کے معنی دھوکا دینا ہے بلکہ چھپ کر دھوکا دینا ہے۔ اسی لئے لسانِ عرب میں محاورہ ہے خنق الذئب الصید (بھیڑ یا شکار پکڑنے کے لئے چھپ گیا۔ صدیقہ صغریٰ اہل کوفہ کو فرما رہی ہیں اے چھپ کر دھوکا دینے والو!)

۶. غدر و فنا کی ضد ہے۔ غدر بمعنی بے وفائی، عربی زبان میں لفظ غدر کے معنی کسی معاملہ میں پیچھے ہٹ جانا یا رک جانا

بھی ہیں۔ جناب زینب اہل کوفہ کی بے وفائی کو اس طرح بیان فرما رہی ہیں کہ تم نے آل محمد سے نصرت کے وعدے کئے پھر تم پیچھے ہٹ گئے ہو اور نصرت سے رُک گئے ہو۔

۲۔ خذل کے معنی نصرت دیاری کو چھوڑ دینا ہیں اور اس کے معنی مکہ و فریب و خدع کے بھی ہیں۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ المومن اخلاص من لا یخذلہ۔ یعنی مومن مومن کا بھائی ہے۔ وہ اس سے کبھی مکہ و فریب نہیں کرتا۔ اس کی نصرت دیاری کو نہیں چھوڑتا۔ سیدہ طاہرہ زینب اس لفظ میں اشارہ فرما رہی ہیں کہ تم کس قسم کے مومن ہو، جنہوں نے سرمایہ ایمان آل محمد سے مکہ و فریب کیا اور ان کی نصرت دیاری کو چھوڑ دیا۔ مومن تو وہ ہوتا ہے جو اپنے مومن بھائی کا برے وقت میں ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اہل لغت کے نزدیک اس کے معنی مکہ و خدع و فریب کے ہوں گے۔

مخدومہ کوین صدیقہ صغریٰ زینب طاہرہ سلام اللہ علیہا اہل کوفہ کے رذائل و خباثت کو بیان فرما رہی ہیں اور تبارہی ہیں

کہ یہ لوگ انسانی اوصاف حمیدہ سے دور ہیں اور خون خوار بھیڑیوں کی طرح ہیں۔ دن رات مکہ و فریب میں زندگی بسر کرتے ہیں اور کوئی صفت مومن کی ان میں موجود نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوگا۔

عام طور پر اہل کوفہ کو شیعہ کہا جاتا ہے اور یہ کہنے والے یزید، اموی حکومت اور اموی حکومت کے عمال کو قتل حسین کے جرم سے بری کرنے کے لئے اہل کوفہ کو شیعہ کہتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔

اہل کوفہ آجکل کے معاشرہ کے لحاظ سے شیعہ نہیں تھے، بلکہ وہ شیعان بنی امیہ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو شیعہ علی کہنا فخر سمجھتے تھے چنانچہ اہل کوفہ کے اس دعوت نامہ سے جو انہوں نے سرکار سید الشہداء کو ان کے قیام مکہ کے زمانے میں بھیجا ان کا حقیقی معنوں میں شیعہ نہ ہونا ظاہر ہے۔ اس خط کا ایک جملہ یہ تھا۔

اقدم علیتنا قانہ یسے لبنا امام لعلی اللہ یجمعنا
بلک علی المصدق

”ہمارے سر پر کوئی امام نہیں ہے“ (بھلا جس نے کسی امام کو تسلیم کیا ہو وہ بھی شیعہ کہلا سکتا ہے جبکہ امامت شیعہ کے اصول دین میں داخل ہے) پھر وہ لکھتے ہیں ”لہذا آپ تشریف ائیے شاید آپ کی وجہ سے ہم ہدایت پر یکدل ہو سکیں“۔

یہ الفاظ بتلا رہے ہیں کہ وہ شیعہ نہ تھے البتہ رشد ہدایت کے متلاشی تھے، ہاں جس زمانہ میں کوفہ جناب امیر کا دارالسلطنت تھا، کوفہ شیعان اہل بیت سے پھلک لگا تھا۔ بعد میں ایک زمانہ ایسا آیا کہ کوفہ اموی حکومت کا صوبہ بنا۔ صدر مقام ہوا۔ مغویہ کے دورِ سلطنت میں زیاد کوفہ کا گورنر مقرر ہوا، اور اس نے شیعوں کا قتل عام کیا۔ ابو الحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں اس زمانہ کی اس طرح تصویر کشی کی ہے :-

”اس دورِ حکومت میں سب سے زیادہ

مصیبت میں اہل کوفہ تھے۔ اس لئے کہ وہاں شیعان علی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ وہاں کا حاکم نیر بن سمیہ

مقرر کیا گیا، اس نے شیعوں کو پوری جستجو کے ساتھ گرفتار کیا، اور جہاں پایا قتل کیا، ہاتھ پاؤں قطع کئے، آنکھوں میں سلاخیاں پھر دوائیں، درختوں پر سولیاں دلوائیں اور عراق سے جلا وطن کیا“۔

اس طرح کوفہ میں شیعوں کی کثرت، قلت میں تبدیل ہو گئی۔ کچھ قتل ہوئے کچھ وطن چھوڑ گئے، جو کچھ باقی رہے وہ بھی خوف و ہراس میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس قبیل سی جماعت میں سے بعض کربلا کے میدان میں سرکارِ سید الشہداء کے ساتھ شہید ہوئے اور جنہیں یہ سعادت نصیب نہ ہوئی انہوں نے کربلا میں شہادت سے محروم ہونے کو جرمِ عظیم سمجھا اور اس گناہ سے تائب ہو کر انتقامِ قتلِ حسین میں شرکت کی اور تو آہن کہلائے“۔

۸۔ رقاء الدمع والعرق - یعنی اشکِ چشم و عرقِ خشک ہو گیا۔ محاورہ ہے کہ آنکھ کا آنسو اور پسینہ خشک ہو گیا۔ جدوجہد ختم ہو گئی۔ خون ساکن ہو گیا۔ یہ محاورہ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے جبکہ مقتول کے خون کا دیت ادا کر دیا جائے تو خون ساکن ہو

جاتا ہے۔ یعنی خون کے داروں کا جوش و خروش ختم ہو جاتا ہے۔
 اس کلام فصیح و بلیغ میں خطیبہ آل محمد سلام اللہ علیہا جہاں یہ
 فرما رہی ہیں کہ تم جو آج رو رہے ہو ہمیشہ تمہیں یہ نکر و فریب
 رلاتا رہے گا اور تم ندامت اور پشیمانی کی آگ میں جلتے رہو
 گے، وہاں یہ بھی اس جملہ میں اشارہ فرما رہی ہیں کہ اسے اہل کفر
 یہ ہرگز گمان نہ کرو کہ یہ خون جو تم نے بہایا ہے اس کے اثرات
 ختم ہو جائیں گے، یہ دوسرے خونوں کی طرح نہیں ہے کہ جس
 میں دیت قبول کی جاسکے یا ان آنکھوں کے آنسو جنہیں تم
 نے گریاں کیا ہے کبھی خشک ہو جائیں گے۔ آنسو اس وقت
 خشک ہوتے ہیں جب دل کی آتش غم خاموش ہو جائے
 سید الشہداء کے غم کو تم عام غموں پر قیاس نہ کرو۔ یہ قتل الہی
 نہیں کہ جسے خاموش کیا جاسکے۔ یہ چنگاری روزِ حشر تک
 ختم نہیں ہوگی۔

اللہ اللہ! وہی خدا کی بیٹی کس ویسا نہ شان سے عزائے
 امام کے دوام و بقا کی پیشگوئی فرما رہی ہے ذکرِ حسین

عزائے امام کو صفحہ ارض سے مٹانے کی کس قدر کوشش کی گئی
 ہے اور کی جا رہی ہے ۷

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
 پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
 حکمرانوں نے اس ذکر کو مٹانا چاہا۔ قبرِ حسین کے نشان کو
 مٹانے کے لئے دریا کا پانی چھوڑا گیا۔ قبرِ حسین پر ہل چلائے
 گئے۔ زیارت کر بلا کہ جرم قرار دیا گیا۔ اور اس پر تعزیرات عائد
 کی گئیں۔ ذکرِ حسین کو جرم قرار دیا، اس کے خلاف کتابیں لکھی
 گئیں۔ اشتہار شائع کئے گئے، پوسٹر چسپاں کئے گئے، تقریریں
 کی گئیں۔ اس ساری جدوجہد کے بعد نہ صرف ذکرِ حسین باقی
 بلکہ یہ ذکر روز افزوں ترقی کر رہا ہے اور معجزانہ شان سے
 بڑھ رہا ہے۔ عزاداری امام حسین علیہ السلام اس علوم و سائنس
 کی دنیا میں ایک سائنٹیفک معجزہ ہے۔

۱۔ قدرت کا قانون ہے کہ مسرت چونکہ ممدِ حیات ہے اس
 لئے مسرت کے جذبات قائم رہنا چاہئیں اور غم چونکہ قاطع

حیات ہے اس لئے غم کے جذبات بتدریج مٹ جاتے
چاہئیں۔ بڑے سے بڑا غم اولاد کا غم ہے۔ نو جوان بیٹے کی
موت ماں باپ کے لئے جانگاہ و جانگداز ہے، مگر جو جوان
وقت مرگ ہوتی ہے وہ سوئم کے بعد نہیں، چہلم کے بعد غم
اور کم ہو جاتا ہے، سال کے بعد اور کم، مگر امام حسین علیہ السلام
کے غم نے قدرت کے اس عادی قانون کو توڑ دیا ہے۔ تیرہ
صدیاں گزرنے کے بعد اس غم کے جذبات گھٹنے کے
بجائے بڑھ رہے ہیں۔ ہم روتے ہیں اور رونے سے میر
نہیں، موتے۔ اس طرح روتے ہیں کہ کبھی جواں مرگ بیٹے کی
موت پر بھی نہیں روتے۔ شادی کی تقاریب پر بھی اس غم
کو ضروری سمجھتے ہیں۔ چونکہ غم حسین نے قدرت کے عادی
قانون کو جو جذبات غم کے متعلق ہے، توڑ دیا ہے اس لئے
عزاداری امام حسین علیہ السلام معجزہ ہے۔

۲۔ جذبات کے متعلق قدرت کا قانون ہے کہ اگر جذبات
کو بار بار ہیجان میں لایا جائے، تو جذبات مردہ ہو جاتے ہیں

وہ اس لئے کہ جب جذبات ہیجان میں آئیں تو انسان کا نظام
عصبی حرکت میں آ جاتا ہے۔ اعصاب چونکہ زندہ ہیں بار بار
حرکت میں آنے سے تھک جاتے ہیں، اس لئے جذبات
تکرار سے مردہ ہو جاتے ہیں۔ غالب نے اسی قانون کو ان الفاظ
میں بیان کیا ہے

رنج سے خوگر ہووا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

ایک نادل کو پڑھئے المیہ ہو یا طرب۔ جو اثر آپ پر پہلی
مرتبہ پڑے گا، بار بار پڑھنے سے بالکل زائل ہو جائے گا۔
کسی شاعر کی کوئی شاہکار نظم ہو بار بار پڑھنے سے اثر ختم
ہو جائے گا۔ تکرار سے اثر قائم نہیں رہتا۔ اس قدرت کے
عادی قانون کو عزاداری امام مظلوم نے توڑ دیا ہے۔ کربلا
کی مختصر کہانی ہے۔ ہر ذاکر ان ہی واقعات کو بار بار پڑھتا
ہے اور وہ واقعات دن میں کئی کئی مرتبہ دہرائے جاتے
ہیں۔ مگر اثر گھٹنے کے بجائے برابر بڑھتا جا رہا ہے

رودتے ہیں لیکن رونے سے سیر نہیں ہوتے۔ اس لئے عزاداری امام حسین علیہ السلام معجزہ ہے۔

۳۔ غم طبع انسان کے لئے ناگوار ہے۔ زندگی بھر انسانی جدوجہد اس لئے ہے کہ غم سے بچے اور مسرت کو حاصل کرے۔ یہ قدر کا قانون ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے قدرت کے اس عادی قانون کو اس قدر توڑ دیا ہے کہ اس غم کے حاصل کرنے کے لئے کروڑوں روپیہ صرف کرتے ہیں۔ رات دن راحت و آرام کو سچ دیتے ہیں، روتے ہیں اور رونے سے سیر نہیں ہوتا اگر کسی مجلس میں رونانا ہو تو کہتے ہیں کہ مجلس کا مال کار نہیں ہوا۔ ناگوار غم عزائے حسین بن کر خوشگوار ہو گیا ہے اس لئے غم شہید کہ بلا عصر حاضر میں بھی صداقت اسلام کا زندہ معجزہ ہے۔ سیدہ زینب طاہرہ نے اپنے بھائی کی اس معجزانہ شان کو اہل کوفہ کے سامنے پیش کیا ہے۔

۹۔ ہداء اذباب منح بمعنی سکون زفرہ بمعنی تنفس

یعنی سانس لینا۔ علامہ طریقی صاحب مجمع البحرین کہتے ہیں

زفر، زفر یعنی سانس لیا چند دن کے بعد

۱۰۔ نقض باب نصر سے ہے بمعنی کھول دینا۔ توڑ دینا۔

۱۱۔ غزلت القطن، میں نے روٹی کو کاٹا۔ غزل بمعنی مغزول

یعنی ریمان یا تاگا۔ جو کاٹا گیا ہو یا ایسی رسی جو بٹی گئی ہو۔

۱۲۔ نکث۔ رسی کو کھولنا یا پرانے کپڑے میں سے دھاگا

لگانا، تاکہ اسے دوسری مرتبہ بنا جائے۔ "نکث الجہد والجمل"

یعنی جو عہد و پیمان کیا تھا اسے توڑ دیا۔ یا جو رسی بٹی تھی اس

کی تاروں یا دھاگوں کو کھول دیا۔ محاورہ میں عہد و پیمان

کرنے کے بعد اسے توڑ دینا۔ اسی لئے اصطلاح میں ان لوگوں

کو جنہوں نے حضرت علی سے بیعت کر کے اسے توڑ دیا انہیں

ناکثین کہتے ہیں۔ چونکہ انہوں نے بیعت کا نکث یا نقض کیا

تھا اور عہد کو توڑ کر جناب امیر سے جنگ کی تھی۔

۱۳۔ ایمان۔ یمن کی جمع ہے جس کے معنی قسم یا سوگند

کے ہیں۔

۱۴۔ دخل بمعنی دخل۔ خیانت، عداوت، مکر و خدع۔

اس لفظ کے متعلق تفسیریں وارد ہوئے ہیں۔ دخل باطن کا ظاہر کے خلاف ہونا۔ ان کلمات شریفہ سے سرکار مصائب زینب سلام اللہ علیہا ظاہر فرما رہی ہیں کہ اسے اہل کوفہ! ان نیرنگوں اور مکرو فریب سے تمہاری اس غلطی کی جو تم کو چکے ہو تلافی نہیں ہوگی۔ یہ انسانی نفوس کے غم و الم کا شعلہ خاموش نہیں ہوگا اور جس عہد و پیمان کو تم نے توڑا ہے تدارک نہیں ہو سکے گا۔

یہ الفاظ لفظت غزلہا من بعد قوۃ الکاشا
تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم قرآنی الفاظ ہیں جو
آیہ مبارکہ

ولا تلو نوا کالنتی لفظت غزلہا من بعد قوۃ
الکاشا، تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم ان تکون
امۃ ہی ارجی من امۃ انما یملوکم اللہ بلہ و
لیبیت لکم یوم القیامۃ ما کنتم فیہ تختلفون
(نحل ۹۲، پیک ۱۹) سے ماخوذ ہیں۔

یعنی تم لوگ قسموں کے توڑنے میں اس عورت جیسے نہ ہو
جو اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ
ڈالے اور اپنے عہدوں کو آپس میں۔ اس بات کی مکاری کا
ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے خواہ مخواہ بڑھ
جائے اس سے پس خدا تم کو آزماتا ہے اور جن باتوں میں
تم دنیا میں جھگڑتے تھے خدا خود تم سے صاف صاف
بیان کر دے گا۔

عرب میں ایک عورت ہوئی ہے جس کا نام ربطہ بنت
سعد ابن یثیم تھا اور لوگ اسے "حمقا" کے لقب سے پکارتے
تھے جنس اور خرقا بھی اس کے القاب تھے وہ چند کینزیں
(لوٹیاں) بھی رکھتی تھیں۔ اس کے پاس کچھ چرخے بھی تھے۔ وہ
صبح سے دوپہر تک خود بھی سوت کاتتی تھیں اور اپنی کینزوں
کو بھی سوت کاتنے کے لئے کہتی تھیں۔ دوپہر کے بعد اس کتے
ہوئے سوت کو پارہ پارہ کر دینے کا حکم دیتی اور اسے ضائع
اور برباد کر دیتی۔ یہ اس کی عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے نکث

عہد و پیمان کو اسی سے تشبیہ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس بے وقوف عورت کی طرح نہ بنو اور عہد و پیمان کو نہ توڑو۔ دراصل لفظ دخل کے معنی کسی ایسی چیز کو داخل کرنا ہے جو اس جنس سے نہ ہو۔
المختصر صدیقیہ صغریٰ فرماتی ہیں کہ مسلمانوں کو عہد و پیمان میں خیانت نہیں کرنا چاہیے۔

جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا نے اہل کوفہ کی غفارت جس قرآنی مثال سے بیان کی ہے اس سے بڑھ کر مختصر الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے۔

یہ اہل کوفہ ہی تھے جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں اور جب حضرت مسلم ان کی طلب پر بھیجے گئے تو ان کے دست حق پرست پر امام حسین علیہ السلام کے لئے بیعت کی پھر تم عہد و پیمان کو توڑ دیا۔

۱۵۔ "صلف" کے معنی شیخی مارنا۔ چنانچہ مومن کے وصف میں حدیث میں وارد ہوا ہے المؤمن لا عتف ولا صلف

مومن میں لاف زنی اور شیخی نہ ہونی چاہیے۔ نیز صلف کے معنی شیخی سے کسی چیز کو اپنی طرف منسوب کر لینا بھی ہے۔ جو درحقیقت اس انسان میں نہ ہو، نیز بلاوجہ اپنے آپ کو مسدوح سمجھنا، نیز "صلف" بالکسر ہو تو اس کے معنی بے مزہ کھانا ہے۔ "سحاب صلف" ایسے بادلوں کو کہتے ہیں جس میں رعد و گرج کا شور زیادہ ہو اور بارش کم ہو۔

مدیقیہ صغریٰ اہل کوفہ کو فرماتی ہیں کہ سوائے اس کے کہ تم شیخی بگھارنے والے ہو۔ تم نے ایسی چیزوں کو اپنی طرف منسوب کیا جن کی تمہیں ہوا بھی نہیں لگی تھی، تم اپنے آپ کو مسدوح سمجھتے ہو۔ مگر آئنا نش پر ثابت ہو گیا کہ دراصل تمہارا یہ سمجھنا حقیقت سے بعید تھا۔ تم نے اپنے اعمال سے وہ بد مزگی پیدا کی جس کی تلمنی قیامت تک دور نہیں ہوگی، تمہاری مثال ان بادلوں کی ہے جو گر جتے ہیں برستے نہیں۔

نطفہ۔ عیب و ننگ و عار سے آلودگی۔ چنانچہ کہا جاتا

ہے "أهل الریب والنطع" شک و شبہ اور عیب و شک و عار میں آلودہ۔ اس کے معنی تجس، مشکوک و مشتبہ نیز فاسق و فاجر کے ہیں۔

۱۷۔ شنت۔ بمعنی عداوت و دشمنی

۱۸۔ مطلق۔ چا پلو سی، خوشامد، ایسی نرم باتیں کرتا جو ولی کیفیات سے مطابقت نہ رکھتی ہوں۔ چنانچہ عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے "رجل املق من المال"۔ ایسا آدمی جو مال کے لحاظ سے فقیر ہو اور بے اصول آدمی کی عداوت ہے کہ حسب و محتاج و فقیر ہو تو زبان سے چا پلو سی کرے۔

۱۹۔ امار جمع امة (امة بمعنی لونڈی) "حرہ" جس کے معنی آزاد عورت ہے، اس کی ضد "امۃ" ہے۔ امیۃ اس کا تصنیف ہے یعنی حقیر و ذلیل لونڈی۔

۲۰۔ غمز۔ بمعنی سختی و چھپیدگی،

سیدہ طاہرہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے ان کلمات شریفہ میں اہل کوفہ کے زائل اور خباثت کو بیان کیا ہے اور فرمایا ہے

اے اہل کوفہ! تم شیخی خور ہو، تنگ و عار سے آلودہ تم میں ایسی پست درجہ کی خوشامد اور چا پلو سی موجود ہے جیسی ذلیل لونڈیوں میں ہوتا کہتی ہے اور دشمنوں کی سی چال بازی اور سختی موجود ہے۔ پھر معصومہ ان کی خباثتوں کو مثالوں سے واضح فرماتی ہیں۔

۲۱۔ دمن کے معنی سرگین و گویہ ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے "ایاکم وخضراء الدمن"۔ اس حدیث کے کئی معنی ہیں۔

۱۔ تم ایسی کھیتی سے پرہیز کرو جو بنظر ہر سرسبز ہو لیکن بری اور کثیف زمین پر اس نے نشو و نما پائی ہو۔

۲۔ ایسی جگہ سے بچو جہاں بدائی اور فریب نشو و ارتقا کی منزلیں طے کر رہی ہو۔

۳۔ تم اس قسم کی سبزی اور ترکاری نہ کھاؤ جو گندگی پر آگی ہو۔

۴۔ تم ایسی عورت سے پرہیز کرو اور بچو جو بنظر ہر خوبصورت ہو لیکن باطن میں اس میں فسق و فجور اور بدائیاں چھپی ہوئی ہوں

یا بڑے اور پست خاندان سے ہو اور صاحبِ عفت اور نیک چلن نہ ہو۔

”دمنہ“ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں قبائل آکر اترتے ہیں اور منزل کرتے ہیں اور ان کے مویشی اور اونٹ غلاظت کرتے ہیں۔ یہ غلاظت کھاد کا کام دیتی ہے اور وہاں سبزہ اُگ آتا ہے۔ یہ سبزہ بظاہر تو خوشنما معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل کثیف و غلیظ ہے۔ اس لئے حدیث میں ایسی عورت کو جو دیکھنے میں خوب صورت ہو، لیکن بڑے اور پست خاندان سے ہو اور چال چلن خراب رکھتی ہو۔ ”دمنہ“ سے تشبیہ دی گئی ہے اور خضراء الدن کہا گیا ہے۔

جنابِ زینب سلام اللہ علیہا اہلِ کوفہ کے خوب صورت ظاہر اور ناپاک باطن کو ”المرعی علی دمنہ“ سے تشبیہ دے رہی ہیں یعنی وہ سبزی جو غلاظت پہ اُگی ہو۔

۲۲۔ قصۃ علی ماکود۔ ”مکود“ بمعنی شگاف یا دراڑ جو قبر میں بنایا جاتا ہے۔ ”مکود“ بمعنی لحد میں مدفون، قصہ بمعنی گچ یا چون

جو امراء کی قبور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ابنِ اثیر اپنی کتاب نہایہ میں کہتا ہے کہ حدیثِ جنابِ زینب صلوٰۃ اللہ علیہا میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے (حدیث سے مراد خطبہ ہے) اور صدیقہ معمری کا اس سے یہ مطلب ہے کہ اہلِ کوفہ کی مثال اس گنہگار یا کاذم الدار کی ہے جس کی قبر کو ظاہر میں نہایت زینت دی گئی ہو اور باطن میں اس کا حجم عذابِ خدا میں مبتلا ہو۔ یا یہ مطلب ہے بظاہر تم اسے اہلِ کوفہ زندہ اور مسلمان بھی ہو لیکن تمہارے دل مردہ ہو گئے ہیں۔ ان میں اسلام و ایمان کی جڑیں نہیں۔

۲۳۔ معومہ اپنے خطبہ میں قرآن حکیم کی اس آیت کی طرف اشارہ فرماتی ہیں۔

ترى كثيرا منهم يتولون الذين كفروا لبئس ما قدمت لهم أنفسهم ان سخط الله عليهم وفي العذاب هم خالدون (مائده پ ۱۱)

اللہ تعالیٰ اہلِ کتاب کی حالت بیان فرماتا ہے۔ اے محمدؐ تم دیکھتے ہو کہ ان اہلِ کتاب میں بہت سے ایسے ہیں کہ انتہائی

کینہ اور عناد تم مسلمانوں سے رکھتے ہیں، اس لئے وہ جماعتِ کفار کے دوست ہو جاتے ہیں، بہت ہی بُری چیز ہے جو وہ اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیج رہے ہیں۔ قیامت کے دن یہی چیز ان کی طرف لوٹائی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اعمال غضبِ خدا کا سبب ہوئے ہیں اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ عصمتِ صغریٰ جنابِ زینبؓ نے اہلِ کفر کو اس آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔

۲۴۔ "تَنْجَبُونَ" :- دُخَب، "نُحْب" کے معنی بلند آواز سے رونا ہے۔ شدت سے رونا ہے، نُحْب و اُنْحَاب ایسے رونے کو کہتے ہیں جس میں آواز بلند ہو اور کھنچ جائے۔

۲۵۔ اجلے۔ حربِ ایجاب ہے، یعنی ایسا کلمہ جو جواب میں استعمال ہوتا ہے، جمہری اور فیروز آبادی علمائے لغت کہتے ہیں کہ اجل بھی نعم کی طرح کلمہ ہے جو جواب میں استعمال ہوتا ہے۔ اجل و نعم مترادف و ہم معنی ہیں، لیکن جہاں تصدیق کرنا مطلوب ہو وہاں اجل کا استعمال نعم سے بہتر ہے اور موصول

ہے۔ البتہ جہاں استفہام مطلوب ہو وہاں اجل کی نسبت نعم استعمال زیادہ اچھا ہے اور زیادہ موزوں ہے مثلاً اگر آپ سے کہا جائے "انت سوف تذهب" (تو عنقریب جائے گا) تو اس کے جواب میں اجل کہنا زیادہ موزوں ہے ہاں اگر آپ سے کہا جائے "اتذهب" (کیا تو جائے گا؟) تو نعم کہنا زیادہ مناسب ہے۔

۲۱۔ احریا جمع "حرى" جیسے فنی کی جمع اغنیا بمعنی لائق و مزاوار۔ عصمتِ صغریٰ زینبؓ طاہرہ اس مقام پر بھی آیہ شریفہ فليَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ کی طرف اشارہ فرما رہی ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے سرکارِ رسالت محمدؐ مصطفیٰ سے مختلف اختیار کیا فرماتا ہے، چاہیے کہ وہ اس دایرہ دنیا میں جو فانی ہے اور مقامِ اُفاتِ ناگہانی اور مقامِ اعدوہ و گریہ ہے خود راہنیں، اور چاہیے کہ وہ دایرہ آخرت میں جو سرائے اُن ہے اپنے نفاق، بد اخلاقیوں، اور رسول اللہؐ سے جہاد

میں مختلف اختیار کرنے کی وجہ سے بہت روئیں۔ اہل کوفہ
تختلف کرنے والا بیان فرما کر قرآن کی زبان سے قرآنِ ناطق
بیٹی فلسفہ اعمال کو بیان فرما رہی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ عیب
ننگ تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا ہے اور اس ذلت کو تم اپنے
سے کسی طرح دور نہیں کر سکتے اور کسی پانی سے اس دھبہ
دھو نہیں سکتے۔

اللہ اللہ! کس شان سے تاریخی ذلت کی پائی کر رہا ہوگا
اور ذہن نشین کیلئے اور بتلایا ہے کہ انسانی اعمال کو تاریخی
دامن میں لے کر نہ مٹنے والے حقائق بنا دیتی ہے۔ تاریخی ننگ
عارضانے سے مٹائی نہیں جاسکتی۔ معصومہ کی ولیانہ نظر
جدوجہد پر بھی ہے جو ان واقعات کے متعلق معاندین اہل بیت
کی طرف سے شروع ہوگی اور کوشش کی جائے گی کہ واقعہ کو
کو مٹا کر اموی حکمرانوں اور ان کے شرکائے کار کی ستر
کی جائے۔

تیرہ سو برس گزر گئے کہ بلا کے واقعہ کی اہمیت کو گھٹا

اور آل محمد پر جو مظالم ہوئے انہیں ہلکا کرنے کی کوشش
مختلف عنوانات سے جاری ہے، مگر جیسا کہ صدیقہ صغریٰ
جناب زینب نے باذاریہ کوفہ میں ارشاد فرمایا تھا اس جدوجہد
کرنے والوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے اور یہ لوگ کتنا
ہی ایری چوٹی کا زور لگائیں ہمیشہ ناکام و نامراد رہیں گے۔

۲۴۔ پھر ارشاد فرمایا اور تم کیونکر اس بات کی تلافی کر سکتے
ہو کہ تم نے خاتم النبیین کے بگڑے گوشہ اور جو انانِ جنت کے
مردار کو قتل کر دیا ہے جو تمہاری جنگ میں تمہارا مقام امن
تھا جو تمہارے گروہ کے لئے جائے پناہ اور تمہاری صلح کی
جائے قرار تھا، تم مباحث میں جس کی طرف رجوع کر سکتے
تھے، جو تمہاری دلیلوں کا معدن اور تمہارے دینی راستے
کا روشن کرنے والا تھا، کتنے بڑے گناہ کے تم مرتکب ہوئے
ہو، رحمتِ خدا سے دور ہو گئے ہو، عذابِ الہی کے مستحق
قرار پائے ہو اور تم نے ذلت و خواری کو اپنے لئے خرید
لیا ہے۔

اللہ اللہ! اپنے قائدِ روحانی، اپنے امامِ بھائی کے فضائل
اپنی زبان سے نہیں بلکہ خاتم الانبیاء کی زبانِ وحی ترجمان سے
فرما رہی ہیں جن فضائل کو حکومتِ مٹانا چاہتی ہے آج ایک
قیدی عورت کی زبان سے ان ہی فضائل کو تلواروں کے پہرے
میں بلند کیا جا رہا ہے! اس کے بعد منقولات سے معقولات
کی طرف رجوع فرماتی ہیں اور امامت کی شانِ انعامیت پر
روشنی ڈال رہی ہیں۔

”اے تم نے اس کو قتل کیا ہے، جو تمہارے لئے
مقامِ امن تھا“

امام کا وجود قیامِ عالم کا سبب ہے، جیسا کہ سرکارِ مہمان
نے فرمایا ہے۔

لولا حجة على الارض لساخت الارض باهلها
اگر زمین پر حجتِ خُصمانہ ہو، تو زمین اپنے اہل کے
ساتھ غرق ہو جائے۔

”اے تم نے اس کو قتل کیا جو تمہارے لئے جائے پناہ تھا“

فاصلانِ رسالت ہی امت کے لئے جائے پناہ ہے، نیز
اب جبکہ اموی حکومتِ تم پر مظالم بپا کرے گی تو کس کو
جرات ہوگی کہ تمہیں پناہ دے سکے۔ البتہ اس حکومت کے
مقابلے میں تمہیں پناہ میں لینے والا اس وقت ایک ہی تھا، جسے
قتل کر کے تم نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی چلائی ہے۔

”اے تم نے اُسے قتل کیا جو تمہارے متنازعہ فیہ امور
اور مرجع تھا، جو استدلال کے لحاظ سے تمہاری مذہبی تقویت
سبب تھا جو دینی راہوں کو دکھلانے والا رہنما تھا“

”تم خود ہی سوچ لو کہ اس عمل کے ارتکاب سے تم کس قدر
دینی اور دنیاوی گھٹاٹے کا سبب ہوئے ہو، رحمتِ خدا
سے محروم ہوئے، عذاب کے مستحق ہوئے اور دینی اور دنیاوی
ذات کو تم نے خسرید لیا“

تاریخ بتلا رہی ہے کہ صدیقِ کبیری کی بیٹی صدیقہ صغریٰ نے
جو کچھ کہا تھا وہی ہوا۔ اموی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے
سے یہ حقائق پوشیدہ نہیں ہیں۔

۲۸۔ پھر ارشاد فرمایا اسے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو تمہارا پروردگار گناہگاروں کی گھات میں ہے۔
 نے سرکار رسالت کے جگہ گوشہ کو پارہ پارہ کر دیا غافلانہ
 رسالت کی کیسی کیسی مخدرات عصمت مآب کو بے پردہ کر کے
 ان کے کیسے برگزیدہ فرزندوں کا خون بہایا اور آں حضرت
 کی کیا کیا حرمت تم نے ضائع کی۔ ایسا قابل نفرت کام تم نے
 کیا کہ جس کی وجہ سے قریب ہے کہ آسمان شگافہ ہو جائے
 اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ہو کر اڑ جائیں
 تم نے ایسی بُری حرکت کی ہے کہ جس نے زمین و آسمان
 گھیر لیا ہے تم کو اس بات پر تعجب ہے کہ آسمان سے
 واقعہ پر خون برسے، یہ تو صرف ایک نشان تھا۔ دیکھو غافلانہ
 آخرت تمہیں اس سے بھی زیادہ رسوا کرے گا اور کون
 تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ وہاں خسار کی نرمی اور مہلت
 تمہارے بوجھ کو ہلکا نہیں کرے گی۔ وہاں عذاب کے
 رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عذاب میں جلدی نہیں کرتا اس
 وقت اور انتقام کے فوت ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہے

یہ بیان دین اسلام کے اصولوں کی تفسیر ہے۔ سامعین
 ہر ایک سے بہتر اثر ڈالنے کا طریق کار ملنا ناممکن ہے۔
 ۲۹۔ صلحاء۔ بروزن صحرا اس کے معنی ہیں کارِ بزرگ و سخت
 و امر شیع و بد یعنی سخت بد نما، برا کام چنانچہ حبیب معاویہ
 ابن ابی سفیان نے زیاد ابن ابیہ کو اپنا بھائی قرار دیا
 اور حضرت ام المومنین عائشہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو
 آپ نے کہا ”کہتے الصلحاء“ یعنی وہ امر شیع کا مترکب
 ہوا۔

۲۰۔ مرصاد۔ کہیں گاہ، گھات۔

اس خطبہ کے کلام بلاغت نظام میں قرآن حکیم کی اس قدر آیات مبارکہ سے تمثیل دی ہے کہ اس بیان میں اس قدر تمثیلات، تعبیرات، تشبیہات، استعارات اور تعلیمات موجود ہیں جو یگانہ روزگار فصحاء و بلغاء کو متحیر و مبہوت کرنا والی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ عصمت صغریٰ سیدہ زینب سلام اللہ علیہا علوم و ہنر لدنیہ کی مالک اور ثابۃ باطن و عارف بحقین۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کی یہ تقریر سن کر لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے۔ بشیر ابن جہلم اسدی کہتا ہے کہ میں نے کوفہ کے لوگوں کو دیکھا کہ اس تقریر کو سن کر نین پسمرردہ کی طرح روتے تھے اور دانتوں میں اپنی انگلیاں چباتے تھے۔ ایک شخص ضعیف میرے پاس کھڑا تھا وہ کہنے لگا۔

بابی و امی کھو لکم خیر الکھول و شبابکم خیر النساء و نساءکم خیر النساء و نسلاکم خیر النسل و یحزری دلائلہ

یعنی اسے آئی محمد! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ کے بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں آپ کے جوان بہترین جوان ہیں۔ آپ کی عورتیں بہترین عورتیں ہیں۔ آپ کی نسل بہترین نسل ہے۔ آپ کو کوئی ذلیل و رسوا نہیں کر سکتا۔

سیاست امویہ کا یہ سارا مظاہرہ صرف اس لئے تھا کہ اپنی فتح و نصرت اور (معاذ اللہ) آل محمد کی شکست اور ہزیمت کا اظہار کیا جائے اور خاندان رسالت کو قیدی بنا کر ان کی تباہی کر کے (معاذ اللہ) انہیں ذلیل و رسوا کیا جائے۔

خطیبہ آل محمد سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی ایک تقریر نے ان تمام اغراض و مقاصد کو خاک میں ملا دیا اور دشمنوں کو مادی فتح کو آل محمد کی روحانی فتح نے ہنرمندت و شکست میں بدل دیا۔ آج مجبور قیدی اپنی طلاقیت لسانی اور حقائق کا ترجمانی سے سر بلند تھے اور ان کے دشمن ندامت سے سر جھکائے ہوئے۔ مجرموں کی طرح کھڑے تھے۔ سلطنت کا استحکام کیا؟ اس تقریر سے استبداد لرزہ بر اندام تھا۔ اور

یہی لقب ہے اس انقلاب عظیم کی بنیاد بنتی جس سے حضرت عثمان
علیہ الرحمۃ نے انتقامِ خونِ حسین کو انجام دیا۔ بڑے سے بڑے
انقلاب کا سنگِ بنیاد دو چیزیں ہوتی ہیں۔ جنہیں سیدہ طاہرہ
جناب زینبؓ نے کوفہ کے لوگوں میں پیدا کیا۔

ایک قوتِ احساس۔ دوسرے جراتِ اظہارِ حجب یہ
دو چیزیں کسی خاص سلطنت، کسی خاص نظام، کسی خاص اقتدار
کے خلاف پیدا ہو جائیں تو پھر انقلاب حتمی، لازمی اور ضروری
ہے۔ اس تقریر کے بعد سارا عراق "خون کا بدلہ لینے والو
اٹھو" کی صداؤں سے گونج اٹھا اور ایسا انقلاب آیا جس نے
اموی سلطنت کو عذابِ الہی کے گڑھے میں دھکیل کر ختم
کر دیا۔ اموی تاجداروں کی ہڈیوں کو بھی سمرزمینِ عرب نے اپنے
دامن میں جگہ دینے سے انکار کر دیا۔

سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اِىَّ مَنْقَلِبٍ يَنْقَلِبُونَ
آج حسین انسانی دلوں پر حکومت کر رہے ہیں اور ہم
کرتے رہیں گے حسین حسین کے نعرے آج بھی دنیا میں بلند

ہیں اور حشر تک بلند رہیں گے۔
حسینی مشن کی نقیبہ اور حسینی مقاصد کی خطیبہ سیدہ زینبؓ
طاہرہ کے یہ اثرات، سچ ہے اگر حسین نہ ہوتے تو اسلام
نہ ہوتا۔ اگر زینبؓ نہ ہوتیں حسین نہ ہوتے۔

گورنر کوفہ ابن زیاد سے مکالمہ

نبیؐ کی نہ اسی جناب زینبؓ طاہرہ سلام اللہ علیہا کس
شان سے دربارِ ابن زیاد میں داخل ہوئیں، ملاحظہ فرمائیے۔
بِسْتِ زَيْنَبٍ ابْنَةِ فَاطِمَةَ ارْتَلَتْ ثِيَابَهَا
وَتَنَكَّرَتْ وَحَفَّ بِهَا امَّاؤُهَا
”جناب زینبؓ بہت پست اور معمولی درجہ کے کپڑے
پہنے ہوئے تھیں۔ لباس کو بالکل تبدیل فرمایا تھا، اور کینزوں
نے آپ کے گرد حلقہ باندھ لیا تھا۔ یہ بھی تا امکان شرعی
اصول پردہ کا ایک عنوان تھا، جسے آپؐ نے اس وقت
اختیار کیا تھا۔ آپؐ دربار میں آکر بیٹھ گئیں۔“

عمید اللہ ابن زیاد نے کہا یہ بیٹھنے والی عورت کون ہے؟
بی بی پاک نے شرعی اصول پر وہ کا خیال کیا اور اس کا کوئی جواب
ہمیں دیا، بہ ابرتین دفعہ دریا فت کرنے پر کسی نے بتلا دیا کہ
یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔

اب ابن زیاد نے انہیں مخاطب کر کے کہا:-
الحمد لله الذی فضحکم و قتلکم و اکذب احدو
شتکم۔

یعنی شکر خدا کا جس نے تم کو رسوا کیا، تمہیں قتل کیا، اور
تم لوگوں کا بھوٹ دکھلا دیا،

پہلی دو باتوں یعنی رسوائی اور قتل پر جناب زینب خاموش
رہیں اور ابن زیاد کے اس اظہار مسرت کو قابل اعتناء و التفات
نہ سمجھا۔ مگر تیسرے فقرہ پر آپ جیسی ذمہ دار شرعی شخصیت کے
لئے ساکت رہنا روانہ تھا، اصول کا سوال تھا۔ عربی زبان میں
کذب اور اکذب میں فرق ہے، کذب کے معنی ہیں کسی کو
بھٹلانا اگرچہ وہ سچا ہی کیوں نہ ہو، اکذب کے معنی ہیں بھوٹ

کا دکھلانا، ابن زیاد ملعون نے کذب نہیں کہا بلکہ اکذب
کہا۔ جس کے معنی یہی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کی باتوں
کا بھوٹ دکھلا دیا۔

خانان رسالت کی باتیں کیا تھیں قرآن، وحدیث، وحی و
نزیل، عقیدہ توحید، عقیدہ عدل، عقیدہ نبوت امامت
اور عقیدہ معاد۔ پہلے پر وہ کی بات تھی اب اصول اسلام
پر زور پڑ رہی تھی، لہذا جناب زینب کس طرح خاموش رہتیں۔
نئی پردہ لگ رہا تھا۔ انبیاء و آئمہ علیہم السلام کی تعلیمات
کو بھٹلایا جا رہا تھا۔ آپ اپنی ذمہ داری کے احساس پر
اس طرح گویا ہوئیں:-

الحمد لله الذی اکرمنا بحمدہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم طهرنا تطهیراً لا کما تقول انما
بلفظ الفاسق و یکذب الفاجر۔

ترجمہ:- تمام حمد اس خدا کے لئے جس نے ہم کو
مکرم مصطفیٰ کے ساتھ عزت دی اور خود ہمیں پاک و پاکیزہ

یہ ایک طنزیہ فقرہ تھا۔ ایسے حالات میں اس قسم کے
طنز کا جواب اثر عورتوں کے نازک دل پہ ہوتا ہے وہ ان کے
دل ہی سے پوچھیے۔ بہر کیف قرآن ناطق علیٰ ابن ابی طالب
کی بیٹی نے پوری جرأت سے حقیقت کا اظہار فرمایا۔ آپ
نے کہا:-

کتب علیکم القتال فیرزوا الیٰ مضاجعہم ۛ ۛ ۛ
اللہ بینک و بینہم فتجاہد الیہ و تنخا صمود
عندہ

ترجمہ:- کیا سلوک خدا نے کیا؟ انہوں نے درجہ شہادت
پر نائز ہونا تھا اور یہ صورت ہونے والی تھی اس لئے وہ اپنے
پاؤں سے چل کر اپنی ابدی خواب گاہوں کی طرف گئے عنقریب
اللہ تعالیٰ تجھے اور انہیں ایک جگہ جمع کرے گا۔ یہ گروہ اس
جگہ اپنی حجت خدا کے حضور میں پیش کریں گے اور اسی کا
فیصلہ چاہیں گے تو وہاں حجت تمام ہو جائے گی اور فیصلہ
ہو جائے گا۔

قرار دیا جو پاکیزہ قرار دینے کا حق ہے۔

کتنے تدبیر لائے ہوئے فقرات ہیں معلوم ہوتا ہے کہ
جذبہ سے مغلوب ہو کر جواب نہیں دیا، بلکہ اس جواب میں
غیظ و غضب کی جھلک تک نہیں، اگر جذبہ غیظ اس
جواب کا محرک ہوتا تو آپ فرماتیں: رسوا ہوئے تم اور جھوٹ
نظارہ ہوا تمہارا۔ جذبہ انتقام کے بجائے الفاظ بتلا رہے ہیں
کہ جواب ایک اصولی جواب ہے، علم اخلاق کا ایک کلیہ بیان
فرما رہی ہیں، رسوا تو وہ ہوتا ہے جو فاسق ہو اور جھوٹ
اس کا نظارہ ہوتا ہے جو فاجر ہو۔ اب یہ کوئی بھی ہو، اگر شر
ہو تو غیرت ہوتی تو ابن زیاد چلو بھر پانی میں ڈوب کر
منفعل اور شرمندہ ہو کر خاموش ہو جاتا۔ اسے تو خداوند
رسالت کو ایذا پہنچانا تھا۔ ان کا دل دکھانا تھا۔ اس نے کہا
فکیف رایت صنع اللہ یا اہلبیتک

”اچھا تم نے دیکھا خدا نے تمہارے گھرانے
ساتھ کیسا سلوک کیا؟“

در بار کوفہ میں یہ مکالمہ جو جناب زینبؓ سلام اللہ علیہا اور ابن زیاد گورنر کوفہ میں ہوا تھا، مناظرہ کی صورت اختیار کر گیا۔ مناظرہ میں طیش آجانا اور غصّہ کی کیفیت طاری ہو جانا شکست خوردہ ہونے کی دلیل ہے، ابن زیاد کو غصّہ آ گیا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غیظ و غضب میں کوئی ارادہ کیا جس پر اس کے ایک درباری عمر بن حریث نے کہا:-

اصح الله الامير انما هي امرّة وهمل تواخذ المرأة بلشي من منطقها انما لا تواخذ بقولي ولا تلام علي خطي

”رئیس! یہ عورت ہیں، کہیں عورت کی بات پر بھی گرفت کی جاتی ہے اور اسے اس پر سزا دی جاتی ہے۔ عورت کی نہ کم ایسی بات کی سزا ہے نہ اسے کسی ایسی غلطی پر ملامت کی جاتی ہے۔“

مگر ابن زیاد کو اپنی شکست کا احساس کسی پہلو کر دیا

لے نہیں دیتا تھا۔ اس نے جناب زینبؓ طاہرہ کی طرف پھر متوجہ ہو کر کہا:-

قد شفى الله نفسى من طاغيتك والعصاة المروءة من اهليتك

ترجمہ:- خدا نے میرے دل کی مراد پوری کر دی (معاذ اللہ) میرے سرکش بھائی اور تیرے خاندان کے باغی اور نافرمان افراد کے خلاف۔

نشہ اقتدار میں بدست ایک بدکردار حاکم خاندانِ سلامت کے بے گناہ افراد پر جو اصلاحِ عالم کے لئے دنیا میں اتنی بے مثال قربانیاں پیش کر چکے تھے، طغیان اور سرکشی، بغاوت اور نافرمانی کا الزام لگا رہا تھا۔ ان الفاظ میں کوئی استدلال نہ تھا البتہ نبیؐ کی استمراء یہ تو اسی، مخدّرہ عصمت و طہارت زینبؓ کے دل کو بخروار کرنا مطلوب تھا۔ سیدہ زینبؓ کے دل پر چوٹ لگی، آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اپنی زبانِ حقیقت ترجمان سے فرمایا:-

لعمری لقد قتلت کھلی و ابرت اھلی و قتل
فرحی و اجشت اصلی قات یشقل ہذا
اشفیت۔

ترجمہ :- ہاں بے شک تو نے میرے جو انوں کو قتل کر
میرے عزیزوں کا خاتمہ کر دیا۔ میری شاخوں کو کاٹ کر
میری جڑوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اگر اس سے میری مٹی
آئے گی تو بے شک اس سے خوش ہو۔

جبر و قدر کا وہ مسئلہ جو مسلمانوں کے اقتدار پر
گروہ نے حکمرانوں کے افعال شنیعہ پر پیدہ ڈالنے کے
ایجاد کیا تھا، اسے ابن زیاد نے تخت اقتدار سے بیان
سلطنت اور حکومت کے مظالم اور افعال قبیحہ کو اللہ
نسبت دے کر کہا تھا کہ خدا نے میری مراد پوری کر دی
اس خاندان کی مظلومہ خاتون نے جو قیامت تک اصلاح
کے لئے مامور ہوئی ہے۔ اس کا جواب دیا اور جن افعال
وہ خدا کی طرف منسوب کر رہا تھا اسے اسی کے اپنے

قرار دے کر گویا۔ لقد ہدیناہ السبیل اما شکراً
واما کفوراً کی تفسیر فرمادی۔ یعنی اللہ نے تو اپنے راستے
کی ہدایت فرمادی ہے۔ اس کے بعد انسان اپنے افعال کا
خود مختار ہے، خواہ وہ اپنے اللہ کا شکر گزار ہو کر افعال
خیر بجالائے خواہ ناشکر گزار ہو کر افعال شر کا مرتکب ہو۔
وہ اپنے افعال کا خود ذمہ دار ہے۔

شکست پر شکست! ابن زیاد کھیلتا ہو کر کہنے لگا :-
ہذا سبعاۃ لعمری کات ابو ک شاعر
سبعاۃ
یہ بڑی تافہ پیمایا عورت ہے زینب! تیرا باپ بھی شاعر
اور تافہ پیمایا تھا۔

یہ ہے خاندان رسالت اور بالخصوص سرکار ولایت علی مرتضیٰ
کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف، صدیقہ زینب سلام اللہ
علیہا اس پر خاموش نہیں ہوئیں بلکہ فرمایا :-

ما للمرۃ والسبعاۃ ان لی عت السبعاۃ لشتلاً

ولكنی نفسی ما اقول

ترجمہ :- بھلا عورت کو قافیہ بندی اور شاعری سے کیا تعلق
اور پھر میں تو اس عالم میں ہوں کہ مجھے قافیہ بندی کا ہوش کہاں
لیکن ضمیر کی آواز تھی جو میرے دہن سے نکل گئی۔

یہ ایک روایت کو ہم نے درج کیا ہے۔ بعض دوسرے
روایات میں اس مکالمہ میں چند ایسے جملے ہیں جو روایت
مذکورہ میں نہیں ہیں۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا :-

ان لا یابن زید موقفاً مستعداً له جواباً
وانی لك به فانظر لمن الفلج و یومئذ تکلمت
املی یابن مرجانہ

ترجمہ :- پس زید و تیری ماں تیرے غم میں روئے۔ تجھے
ایک دن خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ پس اس دن کے
لئے تیار رہ۔ اور خوب سمجھ لے کہ اس دن کامیابی کس کا
ہوگی۔ اسے مر جانہ کے بیٹے۔

جب ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ قد شفی اللہ نفسی الخ
میرے نفس کو تمہارے بھائی کی شہادت سے شفا حاصل ہوئی
تو جناب زینب طاہرہ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا :-
انی اعجب من یشتفی بقتل الایمۃ و لیعلم انهم
منتقون منه فی دارالآخرۃ

بے نیرت ہے اس شخص سے جو پیشواؤں اور اماموں
کو قتل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس سے اُسے شفا حاصل ہوئی
حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آخرت میں اس سے مواخذہ کیا جائے
گا اور بدلہ لیا جائے گا۔

بعض روایات میں ہے کہ جناب زینب نے فرمایا :-

یا بن زید ! ان کانت اقرت عینک بقتل الحیثین
فقد کانت عین رسول اللہ تقر بروتیہ و کانت یقبلہ
و یمن شفیة و یحمله و اخہ علی ظہرہ فاستعد
غداً للجواب۔

ترجمہ :- اے ابن زیاد ! تو کہتا ہے کہ قتلِ حسین سے تیری

آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں لیکن حسین وہ تھے کہ جن کے دیدار سے
رسول اللہ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔ آل حضرت انہیں
چومتے تھے ان کے ہونٹوں کو چومتے تھے۔ ان کو اور ان
کے بھائی کو پیٹھ پر بٹھاتے تھے، پس تو فردائے قیامت
جو ابدی کے لئے تیار ہو جا۔

ہمارے خیال میں مختلف راویوں نے جو مختلف جوابات
بیان کئے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ جناب زینب کی تقریر میں
اجزاء ہوں جو راویوں نے جدا کر دیئے اور ٹکڑے کر دیئے
اور اپنی یاد اور حافظہ کی حیثیت سے بیان کر دیئے۔ راویوں
نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے کسی نے کوئی اور حصہ یاد کر لیا
اور اتنا کہہ دیا اور کسی نے دوسرا حصہ یاد رکھا اور بیان
کیا۔

ایک روایت میں معصومہ صغریٰ زینب طاہرہ نے
بھی ارشاد فرمایا۔

یا بن زیاد ان کا انخی طلب الخلافۃ فہم
میراث ابیہ وحیدہ واما انت یا بن زیاد اعد
جواباً اذا کانت القاضی اللہ و الخصم جدی و الشہود
الملائکۃ، و السجین جمعتم و انما ھو کلام القوم کتب
اللہ علیہم القتل فبرزوا الی رضا جمعتم و غدا یتجمع اللہ
بینک و بینہم فتجاج و تخاصم۔

ترجمہ :- اے ابن زیاد! اگر (بقول تیرے) میرے
بھائی خلافت کے طالب تھے تو وہ حق بجانب تھے اس
لئے کہ یہ ان کے باپ اور جد کی میراث تھی اور تو اے
زیاد کے بیٹے اس دن جو ابدی کے لئے تیار ہو جا۔ جب
اللہ قاضی (فیصلہ کرنے والا) ہو گا۔ میرے نانا رسول اللہ
مرعی ہوں گے، ملائکہ گواہ ہوں گے، جہنم قید خانہ ہو گا۔
آگاہ ہو کہ وہ لوگ جنہیں تم نے قتل کیا ان کے لئے منجانب اللہ
شہادت مقسوم ہو چکی تھی، پس وہ شہید ہو گئے اور اپنی ابدی
غواب گاہوں میں پہنچ گئے۔ اے سپر زیاد! بروز قیامت خدا
انہیں اور تجھے جمع کرے گا۔ اس وقت جھیتس پیش ہوں گی

سے مرزد ہوا ہے۔ باوجود اس کے تو کیوں کر متوقع ہے کہ تجھے راحت دُنیا نصیب ہوگی۔

افسوس افسوس کہ تو عارضی قوت و اقتدار کے نشہ میں پھنس رہا ہے۔ مال و حبابہ دنیوی نے تجھے زلیفہ و مغرور کر دیا ہے۔ آگاہ ہو کہ یہ حکومت اور سلطنت دنیا زائل ہونے والی چیز ہے اور تو ہمیشہ اس دنیا میں زندہ نہ رہے گا۔ اور نہ راحت و آرام تجھے نصیب ہوگا، کیا تو جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تو نے کتنی باتیں اظہار اور اولادِ اختیار سے کیا سلوک کیا۔ تو اپنی بد اعمالیوں پر اور نیک بندوں کو قتل کرنے پر غور و مبالات کرتا ہے۔ یاد رکھ کہ تو ایسے مکروہ و مذموم فعل کا مرتکب ہوا ہے کہ ابد الایات تک اس کا عار و ننگ تیرے گلے کا مار بنے گا اور تو اپنے مطلوب و مقصود کو کبھی حاصل نہ کر سکے گا۔

اور جھگڑوں کا تصفیہ ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ عصمت صغریٰ زینب طاہرہ نے ارشاد فرمایا:-

یا بن زیاد فقد جئت شیئاً اداً و اتیت امرأ عجیباً و خطیباً غریباً قمح ذالک کیفتاً تتوقع المرأة فی دار الدنیا ۷ هیجات ھیجات انت مسکناک مخروء و مفتون بالمال الدنیا و جلالتھا متروکة تلک السلطنة و لا تعيش ذالک بعد ذالک ابدآ و لا تری وجه الاستراحة ۷ هل تعلم ما فعلت بحترۃ الاطہار و اولاد الاخیار قمح ذالک متسفاخر بقتلکم لا تنال نیلک و مقصودک و قد فعلت امرآ لیبقی اعزہ علیک۔

ترجمہ:- اے ابن زیاد! تو ایک امرِ سنکر و عظیم کا مرتکب ہوا ہے۔ ایک فعلِ عجیب و غریب تجھ

جب ابن زیاد نے سید الساجدین کے قتل کا حکم دیا تو اس پر جناب زینبؓ کا ارشاد

جب ابن زیاد نے انتہائی غصہ میں جناب سید الساجدین کے
قتل کا حکم دیا تو جناب زینبؓ طاہرہ بیچہ مضطرب ہوئیں اور
سے لپٹ گئیں اور اپنی گردن کو سید الساجدین کی گردن
رکھ کر فرمایا:-

یا بن زیاد حبیب من دعائنا واعتنقته والہ
لا افرقه فان قتلتہ فاقتلنی معہ

ترجمہ:- اے ابن زیاد! تو ہمارا کافی خون بہا چکا ہے تو
کی میں اس نوجوان کو نہیں چھوڑوں گی اگر تو اس کو قتل کرانا
ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کرا دے۔

بعض کتب مقاتل میں ہے کہ جناب زینبؓ نے

یا بن زیاد نذرت علی نفسک انک لا تبقی من
نس محمدؐ صغیراً و کبیراً فاسئلك باللہ لا
تقتله حتی تقتلنی

ترجمہ:- اے ابن زیاد! کیا تو نے نذر کی ہے کہ تو محمدؐ
مُصطفیٰ کی نسل میں سے کسی چھوٹے یا بڑے کو زندہ نہیں
چھوڑے گا۔ میں خدا کی قسم دے کر تجھے کہتی ہوں کہ تو مجھے
بھی اس کے ساتھ قتل کر دے۔

اس پر سید الساجدین نے اس شقی کو ڈانٹ کر کہا:-
ابن زیاد! کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تو نہیں
جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت
ہماری فضیلت ہے؟

ابن زیاد نے کہا:- "خون کا جوش اور محبت بھی عجیب چیز
ہے، یہ بی بی چاہتی ہے کہ اس نوجوان کے ساتھ اپنی جان بھی دے
دے، یہ نوجوان علیل و مریض ہے اسے چھوڑ دو اس کی بیماری
ہی اس کو مار دے گی۔"

جب ابن زیاد نے سید الساجدین کے

قتل کا حکم دیا تو اس پر

جناب زینب کا ارشاد

جب ابن زیاد نے انتہائی غصہ میں جناب سید الساجدین کے قتل کا حکم دیا تو جناب زینب طاہرہ بیچہ مضطرب ہوئیں اور سے لپٹ گئیں اور اپنی گردن کو سید الساجدین کی گردن رکھ کر فرمایا:-

یا بن زیاد حبیب من دعائنا واعتنقته واللا
لا افارقه فان قتلتہ فاقتلنی معہ

ترجمہ:- اے ابن زیاد! تو ہمارا کافی خون بہا چکا ہے تو
کی میں اس نوجوان کو نہیں چھوڑوں گی اگر تو اس کو قتل کرانا
ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کرا دے۔

بعض کتب مقاتل میں ہے کہ جناب زینب نے

یا بن زیاد نذرت علی نفسک انک لا تبقی من
نس محمد صغیراً و کبیراً فاسئلك باللہ لا
تقتله حتی تقتلنی

ترجمہ:- اے ابن زیاد! کیا تو نے نذر کی ہے کہ تو محمد
مصطفیٰ کی نسل میں سے کسی چھوٹے یا بڑے کو زندہ نہیں
چھوڑے گا۔ میں خدا کی قسم دے کر تجھے کہتی ہوں کہ تو مجھے
بھی اس کے ساتھ قتل کر دے۔

اس پر سید الساجدین نے اس شقی کو ڈانٹ کر کہا:-
ابن زیاد! کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ کیا تو نہیں
جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت
ہماری فضیلت ہے۔

ابن زیاد نے کہا:- ”خون کا جوش اور محبت بھی عجیب چیز
ہے یہ بی بی چاہتی ہے کہ اس نوجوان کے ساتھ اپنی جان بھی دے
دے یہ نوجوان غلیل و مرلیض ہے اسے چھوڑ دو اس کی بیماری
اسی اس کو مار دے گی۔“

منزل نصیب

جب اہل بیت منزل نصیب پہنچے اور وہاں اترے تو سرہائے شہداء ان کی قیام گاہ کے پاس رکھے گئے۔ جناب زینب کی نظر ان سرہائے بریدہ پر پڑی تو آپؑ نے فرمایا:-

اشعار

(۱) انشعروا بین البرد غنوة ووالدنا ادحی الیہ جلیل
(۲) کفرتم بر رب العرش ثم بنیہ کان ظم بحسکم فی الزمان رسول
(۳) لحاکم الہ العرش یا شامة لکم فی لظی یوم المصادع وریل
ترجمہ:- کیا تم لوگوں میں ہماری اس طرح بری تشہیر کی جائے
حالانکہ ہمارے باپ (رسول) کی طرف خدا کے جلیل نے
وحی بھیجی تھی۔

۲۔ تم نے رب عرش اور اس سے نبیؐ کی تفسیر کی گویا کہ تمہارے
درمیان کبھی نبیؐ آئے ہی نہ تھے۔

۳۔ اسے امت بد اخسا تمہارا بُدا کرے، تم روزِ حشر جہنم
میں چھتے اور چلا تے پڑے رہو گے۔

پانی اور جناب زینبؑ

عبداللہ بن قیس انصاری روایت کرتے ہیں کہ میں منزل
نصیب میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی جو بلند قامت تھیں
اور جن کی گود میں ایک تین چار سال کی لڑکی تھی اونٹ سے
اتریں، نہر پر پہنچیں اور پینے کے لئے چلو میں پانی لیا اور اس
قدر گریہ کیا کہ پانی آنسوؤں سے مخلوط ہو گیا۔ پھر وہ
فرمانے لگیں:-

اشرب الماء وقتل اخی عطشنا

"اے کیا میں یہ پانی پیوؤں جب کہ میرا بھائی پیاسا
شہید ہوا۔"

جب جناب زینبؑ کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن قیس انصاری
ہے تو اس پر سر کی طرف اشارہ کر کے بتلایا:-

جب ابن زیاد نے سید الساجد قتل کا حکم دیا تو اس جناب زینب کا

جب ابن زیاد نے انتہائی غصہ میں
قتل کا حکم دیا تو جناب زینب طاہرہ
سے لپٹ گئیں اور اپنی گردن کو
رکھ کر فرمایا:-

یا ابن زیاد حبیب من دعا
لا اثار قہ فات قتلتہ فاقتل
ترجمہ:- اے ابن زیاد! تو
کی میں اس نوجوان کو نہیں چھوڑ
ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل
بعض کتب مقاتل میں ہے کہ

ترجمہ:- جب ہم کو شہر میں داخل کیا جائے تو ایسے دروازہ
سے لے چل جہاں لوگوں کا ہجوم کم ہو اور ان لوگوں سے کہہ
دے کہ سرہائے شہدار حملوں سے دور لے جائیں۔ لوگوں کے
ہم کو دیکھنے سے ہم بہت کچھ رسوا ہو چکے ہیں اور ہم ایسی
سات میں ہیں لیکن شہر ملعون نے اس ارشاد کی کوئی پروا نہیں کی۔

باب الخیمران پر زینب طاہرہ کی تقریر

سہل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ لوگ باب الخیمران پر
جس تھے اور میں بھی وہاں کھڑا تھا ناگاہ دیکھا کہ اٹھارہ سر
نیزوں پر بلند نمایاں ہوئے۔ اونٹوں کی تنگی پیٹھوں پر مندرات
ابو بیت رسول سوار تھیں جس نیزہ پر سر مبارک امام
عین علیہ السلام تھا وہ نیزہ شمر شقی اٹھائے ہوئے تھا اور
کہہ رہا تھا،

انا صاحب الرح الطویل انا صاحب الدین
انا قتل ابن سید الوصیّت واتیت الح
یترید امیر.....

وہ کہہ رہا تھا کہ وہ لعین طویل نیزہ رکھنے والا ہے اور
وہ دین..... پر ہے اور اس نے سید الوصیّت کے
بیٹے کو قتل کیا ہے اور ان کا سر نیزہ کے پاس لایا ہے۔
جناب سیدہ زینب نے شمر کا یہ کلام سُن کر اس
شقی سے کہا۔

کذبت یا لعین یا بن اللعین الا لعنة الله
على قوم الظالمین یا و یلک لفتخر علی یزید
بقتل من ناغاه جبریل و میکائیل و من اسلم
مکتوب علی سرادق عرش رب لعالمین من
ختم الله نبوته بجدہ سید المرسلین و قمع بابیه
مواد المشرکین فمن این مثل جدی محمد
المصطفی و ابی علی المرتضی و امی فاطمہ زهرا

صلوات الله علیہم اجمعین

ترجمہ:- اے لعین پسر لعین! تو جھوٹا ہے اور جھوٹوں
پختہ کی لعنت ہو۔ وائے ہو بچہ پر۔ تو نیزہ پر فخر و ناز
کرتا ہے حالانکہ تو ایسی مقدس ہستی کے قتل کا مرتکب ہوا
ہے جس کا جھوٹا جبریل و میکائیل جھلاتے تھے اور جن کا
اہم گرامی سرادق عرش پر لکھا ہوا ہے۔ جن کے نانا پر نبوت
درسات ختم ہو گئی۔ جن کے پدر بندہ گوار نے مشرکین کا قلع قمع
کیا۔ کہاں ہے کوئی مثل میرے نانا محمد مصطفیٰ اور میرے
اب علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہ زہرا کے؟ ان سب پر
اللہ کی صلوٰۃ و درود ہو۔

سر شہید کربلا کی نوک نیزہ پر تلاوت ایک عیسائی
کا قول اسلام اور سیدہ زینب کا اس پر کلام

بہل کی روایت ہے کہ جب اسیران اہل بیت

کا قافلہ دمشق کے بازار سے گزر رہا تھا تو میرا ایک عیسائی دوست اس مجمع میں میرے ساتھ تھا جو بیت المقدس جانے کے لئے دمشق آیا تھا اور زبیر جامہ تلوار حائل کئے ہوئے تھا بخدا نے اس کے دل کی آنکھوں میں بصیرت و روشنی عطا کی جب اس نے سیر مقدس حضرت سید الشہداء سے نور ساطع دیکھا اور آپ کو یہ آیت ولا تحسبن الله غافلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ دُثْمُ يَرْمِيهِمْ مَتَّ كَمَا ن كَرُوْهُ كَخِذْلًا لِّلْمُؤْمِنِیْنَ كَیْفَ یَعْمَلُ الْغَافِلُوْنَ کے افعال و کردار سے غافل ہے) تلاوت فرماتے سنی تو بے ساختہ کلمہ شہادتین اس کی زبان پر جاری ہوا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَ اَشْهَدُ اَنْ عَلِیًّا وِلِیُّ اللّٰهِ اور تلوار کھینچ کر قومِ اشتقیا پر حملہ کر دیا اور ملاعین کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اُسے گھیر کر شہید کر دیا۔ سیدہ ذنیب طاہرہ نے نجد سے شور و غل کی وجہ دریافت فرمائی تو میں نے واقعہ بیان کیا اس پر

آپ نے فرمایا :-
اَعْجَبُ النَّصَارَى بِمُحْتَشِمَاتِ الدِّیْنِ الْاِسْلَامِ
دَامَةُ مُحَمَّدٍ الَّذِیْنَ یَنْزِعُمُوْنَ عَلٰی دِیْنِ مُحَمَّدٍ
یَقْتُلُوْنَ اَوْلَادَهُ وَ یَسْبُوْنَ حَرَمَهُ وَ الْعَاقِبَةَ
لِلْمُتَّقِیْنَ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لَكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ
یَظْلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ مقامِ حیرت و تعجب ہے کہ عیسائی تو دین اسلام کی عزت و حرمت کریں، لیکن امتِ محمدی جو خود کو دین و آئین محمد کی پیروی سمجھتی ہے ان کی اولاد کو قتل کرتی ہے اور ان کے حرم کو قید کرتی ہے لیکن نیک انجام متقین کے لئے ہے۔ ان لوگوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔

یزید سے خطاب

روایت ہے کہ اسیران اہل بیت علیہم السلام جو دربارِ یزید میں لائے گئے تھے ان کی جملہ تعداد چالیس تھی جب

اہل بیت دربار میں داخل ہوئے اور سرسائے شہداء کو دیکھا تو سب نے وا محمدؑ، دا علیؑا کہہ کر نالہ و فریاد بلند کیا جناب زینبؑ نے یزید سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: یا یزید امانتی قد تحذر حریمک فی المحذر واشتہرت بنات رسول اللہ

ترجمہ ۱۔ اے یزید! کیا تجھے شرم و حیا نہیں آتی۔ تو نے اپنی عورتوں کو تو پس پردہ بٹھا رکھا ہے اور رسول اللہ کی بیٹیوں کو اس طرح تشہیر کیا جا رہا ہے۔

یزید سے خطاب

جب اہل بیت علیہم السلام دربار یزید میں داخل ہوئے تو وہ شقی کچھ دیر تک سر نیچے کئے بیٹھا رہا۔ پھر جناب زینبؑ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے دیکھا کہ خدا نے مجھے کیسی فتح دی؟ جناب زینبؑ نے جواب دیا:۔

یا بن الطریق! اعرض عن هذا من الله فاك

یا ویک! هذه امانک ونسائک ورا السطور المحذرو بنات رسول الله صلى الله عليه وآله علی الاقتاب بخیر و طاعینظر الیھن البر والفاجر ویصدق علیھن الیھود والنصار علی۔ ترجمہ ۱۔ اے آناد کردہ کے بیٹے! تو ایسی باتیں نہ کر خدا

نرا منہ توڑے۔ افسوس ہے تجھ پر کہ تیری عورتیں اور کنیزیں تو اس مجلس میں پس پردہ رہیں اور رسول اللہ کی بیٹیاں شران بے کجا وہ پر بٹھائی جائیں، اور اس طرح دربار عام میں بے پردہ لائی جائیں کہ اچھے بُرے لوگ انہیں دیکھیں اور یہود و نصاریٰ مصافحات دیں۔

یزید نے قتل سید الساجدین کا حکم دیا
اس پر جناب زینبؑ طاہرہ کا ارشاد

روایت ہے کہ ایک مجلس میں امام زین العابدین علیہ السلام

اور یزید میں گفتگو ہوئی اور امام علیہ السلام کے جرات آمیز
کلام حق گوئی سے یزید اس قدر برہم ہوا کہ امام پاک کے
قتل کا حکم دیا۔ اس پر جناب زینبؓ طاہرہ سلام اللہ علیہا
نے یزید سے کہا:-

یا یزید لقد اريت الارض من دماء اهل
البيت و لم يبق غير هذا
ترجمہ:- اے یزید! تو نے اہل بیت کے خون سے زمین

کی خوب آبیاری کی ہے۔ سو اسے ان کے اب کوئی باقی نہیں
رہا۔ یہ سن کر دوسری محذرات سراپردہ رسالت رونے
لگیں اور کہنے لگیں:-

واقلة رجالا قتل الاکابر من رجالنا
وتوسى النساء منا ولا يرفع سيفك عن
الامام و اغوثاه و اغوثاه یا جبار السماء و
باسط البطحاء

ترجمہ:- اے ہمارے مردوں کی قتل و فساد

ہمارے مردوں میں جو بڑے تھے سب قتل ہو گئے ہم عورتیں
قید ہو گئیں۔ اور اب اسے یزید تیری تلوار ہمارے چھوٹوں
کو نہیں چھوڑتی۔ اے جبار السماء! اے باسط البطحاء۔
ہماری مدد فرما۔ بنی بیوں کی یہ فریاد سن کر یزید پر خوف
طاری ہوا کہ مبادا لوگ اس سے منحرف نہ ہو جائیں اور
لئے فساد برپا نہ ہو۔ اس لئے وہ اپنے فساد ارادہ
سے باز آیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب یزید نے امام
زین العابدینؓ کے قتل کا حکم دیا تو آپ کو مجلس یزید سے
باہر لے جانے لگے۔ اس وقت جناب زینبؓ نے باواز
بند پکار کر پوچھا:-

الحی این یزید یکت:- ”بیٹا! تمہیں کہاں لجا رہے ہیں؟“
امام علیہ السلام نے جواب دیا ”الحی القتل“ قتل کرنے
لے جا رہے ہیں۔“

یہ سن کر جناب زینبؓ یزید سے مخاطب ہوئیں اور

فرمایا:-

حسبك يا يزيد من دمانا اشيدل
ان قتلتہ فاقتلنی

ترجمہ:- اے یزید! اب تک ہمارے جو خون
دیئے گئے اس سے تیری تشفی نہیں ہوئی؟ تجھے خدا کی قسم
اگر تجھے علی ابن الحسین کو قتل کرانا ہے تو مجھے بھی ان
ساتھ قتل کرادے۔

یزید آپ کا یہ کلام سن کر متاثر ہوا اور انام
چھوڑ دینے کا حکم دیا۔

روایت ہے کہ یزید کی بہن زندان میں آئی اور اہل بیت
سے گفت و گو کی جب یہ زندان میں آئی تو پوچھا کہ جناب زین
خواہر حسین کون ہیں؟

جناب زینب نے فرمایا:-

ويلك هانا ابنت الامام الزكي والعلما
التقى والمصام النقي امير المؤمنين وقا

الذکین والمارقین والقاسطین الذی قررت اللہ
طاعته وعقابہ بمحصینہ والذی فرض اللہ تعالیٰ
ولایتہ علی المبروی والحضری وهو مبید
الافراس والفرسان والمتوج بتاج الولاية
والسلطان وهو الذی کسر الآلات والحزب
وطهر البيت والصفاء۔

ترجمہ:- تو ہلاک ہو دیکھو میں امام نہ کی کی بیٹی ہوں۔ میں
متقی سردار اور سیف نقی امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی
بیٹی ہوں، جو ناکشیں، مارقین اور قاسطین کے قاتل ہیں
جن کی اطاعت و نافرمانی اللہ نے اپنی اطاعت و نافرمانی
سے مقرون قرار دی ہے۔ وہ اپنے زمانے میں مدبر مقاب
شہسواروں کو قتل کرنے والے تھے۔ ان کے سر پر ولایت و
سلطنت کا تاج رکھا گیا تھا۔ انہوں نے لات و عزی کو توڑا
اور کعبہ کو بتوں سے پاک کیا۔

خواہر یزید نے جناب محصومہ زینب طاہرہ کا یہ کلام

فصاحت التيام شا تو جواباً کہا :-

الفارب فی وجه امامہ بالمسیف اولیس

لاجل ذالك اخذتم وبمثلہ طلبتم وھذا غرک قاتل اخي ظلماً وھو سيد شباب
يا بني عبدالمطلب بمثل ربيھ وعتیہ والي اهل الجنة وھو اهل الكتاب والسنة ورايون
وا حنا ابھم تسفل دمايكم النينا ابالك بنت الرسول المخدم بجبریل وميکائیل وكثير
ليوم بدر وحین وما قتل من رجالنا ما ملکتموه فی الدنيا فانه فی الاخرة قليل۔

ترجمہ :- اسی وجہ سے تم لوگوں سے مواخذہ کیا اور بدلہ لیا گیا تم ذلیل کر دیئے گئے۔ اے بنی عبدالمطلب! یہی نہیں ہے جس نے اُن حضرات کے خلاف مشرکین کی پارٹیاں
تمہارا جو خون بہایا گیا تو وہ انتقام تمہارا بیچہ عتبہ اور اہل بیت کی تھیں، کیا تیری داد ہی وہی عورت نہیں ہے جس نے
اور ان جیسے اور لوگوں کے خون کا جو تمہارے بزرگوں کی علانیہ طور پر حمزہ کا جگر چسب ڈالا تھا؟ کیا تیرا باپ
ماحقوں مارے گئے۔ کیا ہم بھول گئے کہ تمہارے باپ کی شخص نہیں جس نے امام علیؑ کے مقابلے کے لئے تلوار
بدر وحین کی لڑائیوں میں ہمارے مردوں کو قتل کیا؟ کیا تیری بھائی وہ نہیں جس نے میرے بھائی
اس کا جواب جناب زینبؑ طاہرہ نے یہ دیا۔
يا ابنت الکة الکبار الیس حیدک اباسمک ابنت الکة الکبار الیس حیدک اباسمک ابنت الکة الکبار الیس حیدک اباسمک

الذی حزب علی الرسول الاحزاب الیت
ھذا کلمۃ کبیر حمزہ جھڑا الیس الیہ
رسول کی بیٹی کے بیٹے اور جبریل ومیکائیل کے مخدم تھے
تم نے دنیا میں جو اعمال کئے ہیں وہ آخرت میں ہلکے اور خلیل ثابت ہونگے۔

رہائی اہل بیت کی

تجویر اور

کلام جناب زینب

جب یزید کو اہل بیت رسول ہوئیں کہ جناب امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اہل بیت رسول کی امیری کی وجہ سے ملک کے بعض علاقوں میں بے چینی اور بددلی پھیل رہی ہے، لوگ اس سے متنفر ہو رہے ہیں اور فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے تو وہ اہل بیت کو رہا کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس نے ایک روز جناب امام زین العابدین کو طلب کیا اور ملازمین کو تاکید کی کہ ان تمام و احتشام کے ساتھ آپ کو لائیں جب امام علیہ السلام زندان سے روانہ ہونے لگے تو جناب زینب عالیہ نے یزید کی تلوار مڑا دی اور غداروں کے پیش نظر ارشاد فرمایا:-

یا قرۃ عینی و سلوة فوادی لا تتکلم الا بکلام

میں و قول لیتن فانه ظالم عنید و شقی شدید
لا یخاف الله و عذابه و لا یستجی برسوله و ولیہ
ترجمہ:- اے قرۃ العین! اے سرورِ دل! تم یزید
سے نرمی اور ملائمت کے ساتھ گفتگو کرنا۔ اس لئے کہ وہ
ظالم، سرکش، شقی شدید ہے۔ اس کو نہ تو خدا کا اور نہ
اس کے عذاب کا خوف ہے نہ تو وہ رسول سے اور نہ
اس کے ولی علی مرتضیٰ سے شرم کرتا ہے۔

خطبہ

بدر بار یزید

اعوذ باللہ السميع العليم من الشيطان الرجيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين والصلوة على جدی
سید المرسلین

صدق الله كذا لك يقول ثم كاذب عاقبة



الذين اساء السوء ان كذبوا يا يات الله
 كانوا بها يستهترون اطننت يا يزيد حين اخذ
 علينا اقطار الارض وفيقت علينا آفاق السموات
 ما ضجنا لك في اسارى لشاق اليك سوقا
 في قطار
 وانت علينا ذو اقتدار وان نيا من الله
 وعليك منه كرامة وامتناناً
 فان ذاك لعظم خطرك وجلالة قدرك
 فشئت بانفك ونظرت في عطفك
 تضرب اسديك فرحاً
 وتنفض مذكورك فرحاً
 ٢. حين دانت الدنيا لك مستقلة لا يحسن
 الذين كفروا انما نلوا لهم خيراً لانفسهم انما نلوا
 لهم لينزادوا اثماً ولهم عذاب مهين ٣. امن العباد
 يا بنى الطلقاء تخدرك حراسك وامايك وسوقك
 ربنا رسول الله سبايا هكتك ستور من وابيت
 وجوه من تحسد وابحصن الاعداء من بلدي الى بلدي
 وليستشر فمن اهل المناقل ويتبرزن لاهل المناهل
 ويتصنع وجوه من القريب والبعيد والغائب
 والشهيد والذبيح والشريف والذني والرفيع
 ليس محصن من رجاله من ولا من حماهم
 هم عتوا منك على الله وحجوداً لرسول الله ودعماً
 لما جاء به من عند الله فلا غر ومنه ولا عجب
 من فعلك وانى ترتجى هراقة من لفظ قوة
 الكبار الشهداء وبنت لحمه بدماء السعداء و
 لضرب الحرب لسيد الانبياء وجمع الاحزاب و
 شهر الحراب وهز السيوف في وجه رسول الله
 صلى الله عليه وآله وسلم اشد الحرب لله حجوداً
 وانكرهم له رسولاً واطهرهم عدواناً واعناهم
 على الرب كفراً وطغياناً الا انها نتيجة خلال الكفر

الذين اساء السوء ان كذبوا يا يات الله
 كانوا بها يستهترون اطننت يا يزيد حين اخذ
 علينا اقطار الارض وفيقت علينا آفاق السموات
 ما ضجنا لك في اسارى لشاق اليك سوقا
 في قطار

وانت علينا ذو اقتدار وان نيا من الله
 وعليك منه كرامة وامتناناً
 فان ذاك لعظم خطرك وجلالة قدرك
 فشئت بانفك ونظرت في عطفك
 تضرب اسديك فرحاً
 وتنفض مذكورك فرحاً

٢. حين دانت الدنيا لك مستقلة لا يحسن
 الذين كفروا انما نلوا لهم خيراً لانفسهم انما نلوا
 لهم لينزادوا اثماً ولهم عذاب مهين ٣. امن العباد
 يا بنى الطلقاء تخدرك حراسك وامايك وسوقك

و ضرب بجر في الصدر لقتلى يوم بدر

فلا يستبطن في لحفنا اهل البيت من كان
نظره الينا شنفاً واثناً راحناً واهناً
يظهر كفره برسوله و يفضح ذالك بلسانه
وهو يقول فرجاً بقتل و لده و سبي ذريته
غير متحرب ولا مستعظم لاهله و استهوانه
ولقاوا يا يزيد لا تشل فتحيّاً على ثنايا ابي عبد الله
وكان مقبل رسول الله صلى الله عليه وآله ينكتها
لحفرة قد التمسح السرور بوجهه

لعمرى لقد لكأت القرحة و استاصلت
الشانة بارقتك دم سيد شباب اهل الجنة
وابن يحسب الحرب و شمس آل مطلب و
هتفت يا شياخك و تقربت بدمه الى الكفر
من اسلافك ثم صرحت ببدائك و لعمرى لقد
ناديتهم ولو شهدوك و وشيكا تشهدهم و

بشهدوك و لتوديعينك كما زعمت شلت يدك
عن مرفقها و حذت و اجبت لم تملك و ابالك
لم يلدك حين تسيير الى سخط الله و محاصمك رسول
الله صلى الله عليه وآله اللهم خذ بحقنا و انتقم
من ظالمنا و احلل غضباً بمن سفل دماءنا و
لغض دماءنا و قتل حائنا و هتك عنا سدونا و فعلت
فعلك التي فعلت و ما خربت الا جلدك و ما
جذرت الا لحمك و سترت على رسول الله بما تحملت
من ذريته و انتفكت من حرمة و سفكت من
دماء عترته يجمع به شامهم و يلهم به شمشهم و ينتقم
من ظالمهم و يخذلهم بحقهم من اعدائهم ليستنفرك
الفرخ بقتله و لا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله
امواتاً بل احياء عند ربهم يرزقون فرحين بما آتاهم
الله من فضله حسبي الله و ليأ و حاكماً و رسول الله
نفسياً و جبرئيل ظهيراً و سيعلم من بواك و ممكنك

من رقاب المسلمين ان يس للظالمين بدلاً و
ايكم شر مكاناً و افضل سبيلاً و ما املتفاري قد
ولا استعظاي تقر ليح توهما لا نتجاخ الخطاب
فيل بعد ان تركت عيوب المسلمين به هبى
و مدورهم عند ذكره حرى فتلك قلوب
قاسية و نفوس طاغية و اجسام محشوة بسخط
الله و لعنة الرسول قد عشتش فيه الشيطان
و فرخ و من هنالك مثلك درج ما درج و
نهض.

و العجب كل العجب لقتل الاتقياء و اسباط
الانبياء و سليل الاوصياء بايدي الطلقاء
النجسة و نسل القهرة الفجرة تنطمت اكفهم
دماء فاء و تتحلب افواههم من لحومنا و للبحث
الزائكة على الجيوب الضاحية تتناجها العواسل
و تعفرها الفراعل فليس اتخذتنا نفما لتجبد

و شيكا مفرماً حين لا تجد الا ما قدمت يدك
وما الله بظلام للعبيد قال الله المشتكى و المعول
واليه الملجاء و المؤمن ثم كد كليل و اجهد
جهدك فوالذى شرفنا يا اوحى و الكتاب و النبوة
و الانتخاب لا تدرك امدنا و لا تبلغ غايتنا
و لا تحوذ كرنا و لا يرحض عنا عارها و هل رايك
الا نند و ايا ملك الاعداء لا بد و يوم نياى المنادى
الا لعن الله الظالم العادى الحمد لله الذى حكم
لا ليائه بالسحادة . و ختم لا صفيائه بسيلوغ
الارادة و نقلهم الى الرحمة و المرافة و الرضا
و المغفرة و لم يشق بهم غيرك و لا ابتلى بهم
سواك و نسئله ان يكمل بهم الاجر و يجزل
لهم الثواب و الذخر و نسئله حسن الخلافة
و جميل الاقامة انه رحيم و ودود .

ترجمہ: میں شیطان رحیم سے سب سے عظیم اللہ کی پسند

مانگتی ہوں اور اللہ کے نام سے شروع کرتی ہوں جو رحیم و رحیم ہے۔ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو غالمین کا پروردگار ہے۔ کرنے والا اور تربیت کرنے والا ہے۔

اور درود و سلام ہو میرے نانا پر جو سید المرسلین ہیں اللہ فرماتا ہے اور اس کا قول سچ ہے۔ ”انجام برے کام کرنے والوں کا برا ہوا جہنم نے اللہ کی نشانیوں کو بھٹکا اور ان کا مذاق اڑایا“

اے یزید کیا تو گمان کرتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے آفاق تنگ کر دیئے (یعنی زمین و آسمان تنگ کر دیئے) اور ہم تیرے قیدی ہو گئے۔ اے اللہ نے ہم پر لئے کہ تیرے پاس قطار میں لائے گئے۔ اور اللہ نے ہم پر غلبہ و اقتدار حاصل کر لیا ہے اور کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ کی طرف سے ہم کو ذلت و رسوائی پہنچی اور تجھے عزت و توقیر اور یہ جو ظاہری فتح تجھے نصیب ہوئی وہ تیری جلالت اور عظمت شان کی وجہ ہوئی۔ تو اس پر ناک چڑھانے

(یعنی مغرور ہو گیا) اور اتنا آنے لگا اور خوشی اور مسرت سے بلیں بجانے لگا اور شوخی کرنے اور گستاخی کرنے لگا۔

تو سمجھتا ہے کہ تجھے دنیا مل گئی، تیرے معاملات منظم و مستحکم ہو گئے ہمارا ملک تیرے قبضہ میں آ گیا اور ہماری سلطنت تجھے حاصل ہو گئی۔ بھٹہ جا جہالت سے اتنا نہ اچھل۔ کیا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھول گیا وہاں ”تَحْسِبَنَّ الْخَمْرُ“ ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ ہم نے کافروں کو اس لئے ہمت دی ہے کہ اس میں ان کی بھلائی ہے بلکہ اس وجہ سے ہمت دی ہے کہ ان کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور وہ ذلیل کرنے والے عذاب میں مبتلا ہوں۔ اے کذاب کہ وہ غلاموں کے بیٹے یہ تیرا کیا انصاف ہے کہ تو اپنی بیویوں اور لونڈیوں کو تو پس پردہ رکھے اور رسول کی بیٹیوں کو قید کر کے در بدر پھرائے۔ تو نے ہماری ہتک حرمت کی۔ اور ہمارے چہروں کو بے نقاب کیا (تیرے حکم سے) دشمن ہمیں شہر بشہر پھرا رہے ہیں۔ ہر قوم کے لوگ خواہ وہ پہاڑوں میں رہتے ہیں یا پانی کے

سنت اور کفر و طغیان و تعدی اور اللہ اور رسول کی دشمنی
سب سے نمایاں ہیں۔

یاد رکھ کہ وہ افعالِ قبیحہ جو تجھ سے سرزد ہوئے
یہاں کفر کا نتیجہ ہے اور وہ دیرینہ کینہ ہے جو بدر کے
مغزوں کی وجہ سے تمہارے دلوں اور سینوں میں موجزن ہے
جو شخص ہم کو بغض و عداوت و کینہ کی نظر سے دیکھتا ہے
وہ ہم اہل بیت رسول سے دشمنی کرنے میں قائل نہیں کرتا۔ رسول
سے اپنے کفر کو ظاہر کر دیتا ہے اور زبان سے بھی کہہ دیتا ہے
اور خوش ہو ہو کر کہتا ہے کہ میں نے رسول اللہ کے فرزندوں
کو قتل اور ان کی ذریت کو قید کیا اور اس کو گناہ
اور امرِ عظیم نہیں سمجھتا اور کہتا ہے کہ اگر اس کے بزرگ
اس کے اس کارنامہ کو دیکھتے تو غم و غم و غم کہتے اسے
یہ میرے ہاتھ قتل نہ ہوں کہ تو نے ہمارا انتقام لیا
اے یزید! تو جمع میں ابو عبد اللہ الحسین کے دندانِ مبارک کو چھری سے
اقت سے رہا ہے حالانکہ وہ رسول اللہ کی بوگاہ ہے اور تیرے چہرے سے خوشی و مسرت ظاہر ہو

چشموں پر خیمہ زن ہوں ہم کو دیکھ رہے ہیں۔ قریب و بعید
غائب و حاضر، شریف و ذلیل، امیر و غریب سب کی نظر
ہم پر پڑ رہی ہیں اور ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارے ساتھ
ہمارے مرد، عزیزوں میں سے کوئی نہیں، نہ ہمارا کوئی مسیبن
ناصر ہے۔

اے یزید! جو کچھ تو نے کیا اس سے تیری خدا سے مرگ
اور رسول سے انکار اور اس کتاب (قرآن) اور سنت
کو رد کرنا ہے جو رسول اللہ خدا کی طرف سے لائے اور
تیرا یہ فعل کوئی تعجب خیز اور حیرت انگیز بھی نہیں ہے
اس لئے کہ جس کے بزرگوں نے شہیدوں کے جگر چبائے ہوں
اور جن کے گوشت نے اہل سعادت کے خون سے نشوونما
پائی ہو اور وہ گوشت اس طرح بڑھا ہو جنہوں نے
سید الانبیاء سے جنگ کی ہو اور ان کے مقابلہ کے لئے جئے
جمع کئے ہوں اور رسول اللہ کے مقابلے کے لئے تلواریں
کھینچی ہوں۔ وہ یقیناً اللہ اور رسول کے انکار کرنے میں تمام

مجھے اپنی جان کی قسم! کہ تو نے سردار جو انان اہل بہشت ہے غرق کی۔ اپنا غضب نازل فرما۔

یہ حساب العرب سردار عرب عسلی کے بیٹے، آفتاب آل عبدالمطلب کا خون بہا کر ہمارے زخموں کو گہرا کر دیا اور جو کو زمین سے اکھڑ دیا۔ حسین ابن علی کو قتل کر کے تو نے اپنے کافر اسلاف سے تقرب حاصل کیا اور فخر کے ساتھ انہیں صعدیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وہ تجھے دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے یزید! تو نے خوب کام کیا۔ خدا تیرے ہاتھ شل نہ کرے۔ اے یزید اگر تو اپنے افعال و کردار پر غور و فکر کرے کہ تو کس ابر عظیم کا مرتکب ہوا تو یقیناً تو متنا کرے گا کہ واقعی تیرا ہاتھ شل ہو کر کہنی سے علحدہ ہو جائے اور دل اٹھے گا کہ اے کاش میرے ماں باپ مجھے نہ جنتے کیونکہ تو محسوس کرے گا کہ خدا تجھ سے ناخوش ہو گیا اور رسول اللہ تیرے دشمن بن گئے۔ اے اللہ! تو ہمارا حق ہم کو دلا۔ ہمارے ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور ان لوگوں پر جہنمیں نے ہمارے خون بہائے۔ ہم سے عہد شکنی کی۔ ہمارے عزیزوں اور حامیوں کو قتل کیا ہمارے

اے یزید! جو کچھ تو نے کرنا تھا کر چکا۔ لیکن یاد رکھ کہ تو نے اپنی ہی جلد کاٹی اور اپنے ہی گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کئے، عنقریب رسول اللہ کے حضور میں پیش ہو گا۔ اس گناہ کا بار لے ہوئے ہو کہ تو نے ان کی ذریت کے ساتھ کیا ہے ان کی عنترت کا خون ہمارا ان کی ذریت کی ہتک حومت کر کے گہنگار ہوا۔ یہ وہ مقام و موقع ہو گا جہاں ان کی ذریت جمع ہوگی۔ ان کے ظالموں سے انتقام اور ان کے دشمنوں سے بدلہ لیا جائے گا۔ اے یزید! تجھے نہ چاہیے کہ تو عنترت رسول کو قتل کر کے دوش سے اچھلے اور ہرگز یہ خیال نہ کر کہ جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہوئے وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور خدا کی طرف سے انہیں رزق پہنچ رہا ہے اور وہ اللہ کی نعمتوں پر خوش ہیں جو انہیں ملیں۔

تیری خبر لینے کے لئے اللہ کافی ہے۔ رسول اللہ تیرے دشمن اور مخالف اور جبریل تیرے معاملہ میں ہماری پشت و پناہ ہیں

وہ لوگ جنہوں نے مجھے سلطنت دی اور مسلمانوں کی گردنوں پر
سوار کیا عنقریب جان لیں گے کہ ان کا کیا حشر ہوگا۔ ظالمین کا
انجام بُرا ہے اور یہ کون جانتا ہے کہ تم میں سے بُرا کون اور
گمراہ کون ہے۔

اسے یزید! میں نے اپنی تقصیر میں جو تیری عزت گھٹائی
اور تیرے عذاب کی شدت کا اظہار کیا اس سے میرا یہ مطلب
نہیں کہ بعد اس کے کہ تو نے مسلمانوں کو رُلایا اور ان کے دلوں
کو رنجیدہ کیا، اس سے کچھ اثر ہے۔ اس لئے کہ تو ان لوگوں میں
سے ہے جن کے دل سخت، نفوس سرکش اور اجسام خدا کی نافرمان

اور رسول کی لعنت میں مبتلا ہیں۔ تو ان لوگوں میں سے ہے جن
کے دلوں میں شیطان نے گھونسلے بنائے اور بچے دیئے اور
ان گھونسلوں سے بچے نکلے (یعنی تو بھی اسی گھونسلے کی پیروی کرے)
تعجب کا مقام ہے کہ نیک بندے جو انبیاء و اوصیاء کے
فرزند ہیں، وہ آواز کردہ خبیث غلاموں اور فاسقوں اور فاجروں
کی اولاد کے ہاتھ قتل ہو جائیں، ہمارے خون سے ان کے

کئے ہوئے ہوں اور ہمارا گوشت ان کی غذا بنے۔ افسوس
ان پاک بدنوں پر جو دشتِ بلا میں بے گورو کفن پڑے ہوئے
ہیں اور جو تیروں کے زخم خوردہ ہیں اور جنہیں محمدؐ کے جوار
پانی خوراک بنائے ہوئے ہیں۔

اسے یزید! اگر تو ہماری شکست کو غنیمت سمجھتا ہے تو یاد
رکھ کہ تجھے اس کا تاوان بھی ادا کرنا ہوگا، اس روز جب کہ تجھے
کئے گئے کا پھل ملے گا۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ ہم خدا
سے شکایت کرتے ہیں۔ وہی ہمارا بھروسہ ہے۔

وہی ہمارا پناہ ہے اسی سے ہماری
مدد وابستہ ہے۔ تو جتنا کرنا چاہتا ہے کر لے! اور جس
کو کشت کرنا چاہتا ہے کو کشت کر لے۔ اس ذات کی قسم
میں نے یہیں وحی کتاب اور نبوت و انتخاب سے مشرف
ہوں، تو ہمارے درجات نہیں پائے گا اور نہ ہماری
عزت کو پہنچے گا اور نہ تو ہمارے ذکر کو محو کر سکتا ہے اور
ان ننگ و عار کو دور کر سکتا ہے جو ہم پر ظلم و ستم کر لے

کی وجہ سے سجدہ پر عائد ہوا ہے۔ تیری رائے کمزور اور دن گنتی کے ہیں۔ تیری جماعت منشر ہو جائے گی۔ اس روز جب کہ منادی ندا کرے گا کہ ظلم اور تعدی کرنے والے پر خدا کی لعنت ہے۔ تو لعین ہے اس خدا کے لئے جس نے اپنے اولیاء کا خاتمہ بالخیر کیا اور اپنے اصفیاء کی مرادیں بر لایا، اور انہیں اپنی رحمت، مہربانی اور خوشنودی کی طرف بلا لیا۔ تو ان پر ظلم کر کے بد بختی اور شقاوت میں مبتلا ہو گیا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اولیاء و اصفیاء کی وجہ سے ہمارا اپنا پورا کرے۔ ہمیں ثواب کثیر بخشے اور ہمیں حسن خلافت اور جمال امانت عطا فرمائے۔ وہ خدا مہربان ہے اور اپنے بندوں سے بہت محبت کرنے والا ہے۔

اس خطبہ کے مشکل الفاظ و اشارات

کی شرح

۱۔ جناب زینب طہا ہرہ سلام اللہ علیہا

حمد و صلوة کے بعد اپنے خطبہ مبارکہ کو آیہ مبارکہ۔
ثم كانت عاقبة الذين اساءوا لسواي اذ
كذبوا بايات الله وكافروا بهما يستعصرون
(الروم ۱۰۔ طے ع ۴)

”جن لوگوں نے برائی کی تھی ان کا انجام بُرا ہی ہوا
کیوں کہ ان لوگوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا تھا
اور ان سے مستحزین اختیار کیا تھا“ سے شروع فرمایا ہے
سورہ روم کی یہ آیہ مبارکہ کفارِ عجم اور عاد و ثمود کے
نقہ کے متعلق ہے اور اس میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح
کفارِ عجم مغلوب ہوئے اور کس طرح عاد و ثمود کو ان کے افعال
شینہ اور کردارِ قبیحہ کی وجہ سے مصیبتوں میں مبتلا کیا گیا
اور کس طرح وہ تباہ و برباد و ہلاک ہوئے، جناب زینب کا
اس آیہ مبارکہ سے اپنے خطبہ کی ابتدا فرمانے سے مقصود یہ
ظاہر کرتا تھا کہ جیسا کہ کفارِ عجم اور عاد و ثمود تباہ و برباد ہوئے
اسی طرح یزید اور اس کے ساتھی بھی تباہ و برباد و ذلیل و

خوار ہوں گے اور ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو عاد و ثمود و کفار
عجم کا ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بتا دینا بھی مقصود تھا کہ جو لوگ
آیات الہیہ کو جھٹلاتے اور ان آیات کا تمسخر اور استہزا
کرتے ہیں وہ بھی کفار و مشرکین کی مانند ہیں۔

۲۔ جناب زینب طاہرہ سلام اللہ علیہا نے جس دوسری
آیت کو اپنے اس خطبہ مبارکہ میں پیش کیا ہے وہ یہ ہے :-
لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا غُلِّى لِهِمْ خَيْرٌ لَّانَفْسِهِمْ
أَنَّمَا غُلِّى لِهِمْ لِيَنذَرُوهُنَّ وَأَتَّخِذَهُنَّ حَتًّا

(آل عمران ۷۰، پ ۷۹)

ترجمہ ۱۔ وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے جو ان کو مہلت
اور فارغ البالی دے رکھی ہے ان کے حق میں بہتر ہے
ہم نے ان کو مہلت اور فارغ البالی صرف اس وجہ سے
دی ہے کہ وہ اور خوب گناہ کر لیں اور آخر تو
ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

یہ سورہ آل عمران کی آیہ مبارکہ ہے جناب زینب سلام اللہ

علیہا یرید کی فتح وغیرہ کا حال بیان کر دینے کے بعد اس کو خطاب
فرمایا ہے۔ تو قف کہ ذرا ٹھہر جا۔ کیا تو خدا کا یہ ارشاد بھول
گیا ہے جو یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے متعلق ہے۔ خدا تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے یہود و نصاریٰ، مشرکین و منافقین کو
دنیا میں مہلت اور فارغ البالی دے رکھی ہے یعنی ان کی
نفسوں کی ہیں اور ان کے لئے دنیا میں خوشحالی کے اسباب
بیاگئے ہیں یہ ان کی بہتری اور فلاح و بہبود کے لئے نہیں
ہے بلکہ اس لئے ہے کہ ان کے گناہوں میں اضافہ ہو اور
فرج چاہیں وہ ظلم و جور کر لیں تاکہ عذاب سخت کے مستوجب
ہو جائیں۔ پس جناب زینب سلام اللہ علیہا نے بھی یرید اور اس
کے ہم فاعل کو بتا دیا ہے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ خدا نے جو تم کو مہلت
دی ہے وہ اس لئے ہے کہ اللہ نے تم میں کوئی چیز یا نیکی پائی
ہے بلکہ اس لئے ہے کہ تم کو پورا موقع دے تاکہ تم خوب
عصیت و عصیان میں مبتلا ہو جاؤ اور پھر تمہاری گرفت سختی
کے کرے۔

۳۔ یا بن طلقاء ۱۔ طلقاء جمع ہے طلیق کی طلیق اس کو کہتے ہیں جو قید ہو کر پھر آزاد کر دیا جائے۔ اسلام میں طلقاء کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جو فتح مکہ کے بعد قیدی کی حیثیت سے سرکار رسالت کی خدمت میں پیش کئے گئے اور آپ نے انہیں آزاد فرما دیا اس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں آچکی ہے

۴۔ المناقل جمع منقل ۱۔ اس راستہ کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے گزرتا ہے۔

۵۔ مناہل جمع منفل بفتح میم و سکون نون و فتح ہاء یعنی منہاں یعنی پانی پینے کی جگہ، صحرا و بیابان میں ہر جگہ پانی میسر نہیں بلکہ خاص خاص جگہ ملتا ہے اور وہاں قافلے اور مسافر وارد ہوتے ہیں جمع ہرتے اور سیراب ہوتے ہیں۔

۶۔ شل بفتح شین و تشدید لام معنی راندن، شل ہاتھ خٹکنا ہو جانے کو کہتے ہیں۔ مقام نفرین میں کہا جاتا ہے اشکھا انہ

۷۔ فراعل جمع فرعل واحد۔ بچہ گفتار کو کہتے ہیں۔ جب فعل (بچہ) کشتوں کی لاشوں پر آتا ہے تو خوش ہو کر ایسا

کہتا ہے کہ گویا ہنس رہا ہے۔ اس جملہ میں حقیقت نہیں بلکہ خیال و خیال نے صورت حال کو مجازی حیثیت سے بیان کیا ورنہ شہدا کا رتبہ اس سے بلند ہے۔

اس خطبہ کے متعلق آرا

رازن الخیری اپنی تالیف ”سیدہ کی بیٹی“ میں اس خطبہ کے متعلق لکھتے ہیں :-

”یزید کا دربار شامیوں سے کچھ کچھ بھرا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ہر شخص بے حس و حرکت اس طرح بیٹھا یا کھڑا تھا جس طرح پتھر کی مورتیں۔ ان کی زبانیں اور ان کے ہونٹ چپکے ہوئے تھے۔ ان کے دل دریا بے حیرت میں غوطہ کھا رہے تھے۔ ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، جب شیر خدا کی بیٹی لاکھوں کے مجمع میں شیر کی طرح گرج رہی تھی اور رعیت کے سامنے ان کے بادشاہ کو للکار رہی تھی۔ نوذ یزید دانت پیس پیس لیتا تھا، ہونٹ چباتا اور

تاؤ پیچ کھا رہا تھا۔ مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا
 تھا۔ سیدہ کی بیٹی کی تقریبہ روانی کا ایک چشمہ تھا
 کہ ابلا چلا آ رہا تھا اور فصاحت کا ایک دریا تھا کہ
 بہہ چلا جا رہا تھا۔ اور کون اس سے انکار کر سکتا ہے
 کہ بی بی زینب نے صداقت اور حق گوئی کا حق ادا
 کر کے اسلام کی ایک ناقابل فراموش خدمت انجام
 دی۔ اس تقریب سے شامیوں کو معلوم ہو گیا، کہ خلافت
 حکومت میں تبدیل ہو کر کیا زبردست دھچکا لگا ہے۔
 علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الخطا علی الشہ
 مقامہ تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت زینب کی شجاعت و جرأت ایک مرتبہ دو
 مرتبہ سے مخصوص نہیں، بلکہ اس کا ظہور ہر ایسے
 موقع پر ہوتا رہا، جب مشکلات کا ہجوم اور مصائب
 کا اشد حام تھا جب کہ تماشا یوں سے بازار کوٹھے
 اور برآمدے مملو تھے۔ کوفہ میں داخلہ کے وقت

کوفہ سے نکلنے کے موقع پر لڑا میں، بازار میں،
 (دربار کوفہ میں)، شام میں (دربار یزید میں) ہر گھبراہٹ
 موقع پر زینب کی زبان فریضہ تبلیغ میں گویا تھی۔ انہوں
 نے حق کو واضح کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں کھا
 انہوں نے ہر موقع پر ایسی تقریب کی جو کسی ایسے خطیب
 سے بھی ناممکن ہے، جس کے لئے تمام خاطر جمعی اور
 راحت و اطمینان کے اسباب موجود ہوں۔
 (ماخوذ از شہید السانیت)

مراجعت بکر بلا

فاضل خراسانی اپنی تالیف "حرقتہ الفواد" میں تحریر
 فرماتے ہیں کہ علیا جناب زینب قید سے رہائی پا کر دمشق سے
 واپسی پر بھائی کی قتل گاہ میں پہنچیں تو خود کو قبر منیرہ سیدہ الشہداء
 پر لگا دیا اور عرض کیا:-

یا اخاہ یا اخاہ یا ابن امہ و قرۃ عیناہ ہای

لسان اشکوا لیلک من الکوفۃ والشام
القوم اللّام ومن اعی المصائب اشرح من الضم
والشتم او من شماتۃ اهل الشام۔

ترجمہ :- اے بھائی! اے بھائی! اے میرے
جلے اے آنکھوں کی ٹھنڈک کس زبان سے وہ مصائب
شدائد بیان کروں جو ہم پر کوفہ و شام میں گزرے اور اس قدر
لیسٹم نے کس طرح ہم کو ایندائیں پہنچائیں۔ کن کن مصائب کا
کردن؟ کیا زد و کوب کا حال کہوں؟ کیا سب و شتم کی داستان
بیان کروں یا اس شمات کا قصہ سناؤں جو اہل شام نے
اختیار کی۔

ریاض الشہادت میں روایت ہے کہ جناب زینبؓ کے
سے روانگی کے وقت مرقہ منور سے لیٹ گئیں اور اپنے
بھائی سے اس طرح عرض کیا :-

"اے بھائی کوفہ سے شام جاتے ہوئے میں نے آپ کے
یتیموں کی نگرانی اور پاسبانی کی اور ایسی حفاظت کی کہ جو تانیاں

ان کے لئے بلند ہوتے تھے وہ میں اپنے جسم پر لے لیتی تھی اور
اور کبھی بہن ام کلثومؓ بچوں کو بچانے کے لئے خود کو طروں
کی مار برداشت کر لیتی تھیں؟

روایات میں ہے کہ زمانہ قیام کربلا میں جناب زینبؓ
بے حد مغموم و محزون و دلول رہتی تھیں جب آپ کو دہاں سے
روانہ ہونے کے لئے کہا گیا تو انکار فرمایا اور جناب
زین العابدینؓ سے فرمایا :-

یا علی! یا قرة عینی! دعنی اقیم عنداخی حتی
جار یوم وعدی لانی کیف یلقی اهل المدینۃ
واری دور الخالیہ

ترجمہ :- اے علی ابن الحسینؓ - اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک
مجھے چھوڑ دو کہ میں بھائی کے پاس رہوں۔ یہاں تک کہ میری
موت آجائے۔ میں کیوں کر اہل مدینہ سے ملاقات کر سکوں گی
اور خالی گھروں کو دیکھ سکوں گی۔

امامؑ نے پھر بھی کی خدمت میں عرض کیا۔ خدا کی رضا اسی

میں بحق اور نانا رسول اللہ کا حکم یوں ہی تھا جو بابا حسین
بجالاتے۔

بہر کیف امام کے سمجھانے اور منّت سماجت کرنے
پر جناب زینبؑ کو بلا سے جانبِ مدینہ روانہ ہوئیں۔

منزل سہم میں قیام

اور جناب فاطمہؑ زہراؑ سے خطاب

یا اہماہ ر جحنا و قلوبنا مقسرة و حنة و جفونا
من الیسا محروحة و رجالنا مقتولة و
اموالنا منخرجة۔

ترجمہ :- مادرِ گرامی! ہم مدینہ واپس آ رہے ہیں لیکن
ایسی حالت سے کہ ہمارے دل زخمی ہیں، روتے روتے
ہماری آنکھوں کے پمٹے متفرق ہو گئے ہیں۔ ہمارے
مرد قتل کر دیئے گئے اور ہمارا مال و اسباب لوٹ
لیا گیا۔

نواحی مدینہ میں نصیبِ پیام

اور

سندِ سید الشہداء کو دیکھ کر

جب اہل بیت طاہرین مدینہ کے قریب اترے اور
میں نصیب کئے گئے تو درمیان میں امام حسینؑ علیہ السلام
خیر نصیب کیا گیا، جو شہادت کے بعد اب تک نصیب
میں کیا گیا تھا اور اس میں سرکارِ سید الشہداء کی سند
بھائی گئی۔ جب علیاؑ جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا کی خیمہ
سند پر نظر پڑی تو آپؑ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ
پہلے ہوش ہو گئیں۔ جب آپؑ کو ہوش آیا تو سرکارِ شہادت
کا درج سے اس طرح خطاب کیا :-

یا اخا یا حسین ہولاء حیدک و امامک
و اخوک المحسن و لھولاء اقر باؤک

وَمَوَالِيكَ يَنْظُرُونَ قَدْرَ مَالِكَ
وَمُسْتُرُونَ عَنِّي فَمَا جَوَابِي فَلَیْكَ
أَتَكَلَّمُ وَمَا لِسَانِي يَا نُورَ عَيْنِي قَدْ
قَضَيْتُ خَبْلَكَ وَأَوْدَعْتُ حَزَنًا طَوِيلًا
لَطَوَّلًا يَا لَيْتَنِي مِتُّ وَكُنْتُ نَسِيًّا مَنِيًّا

ترجمہ :- اے بھائی ! اے حسین ! یہ آپ کے مالا مال کی ماں آپ کے بھائی حسن، آپ کے اعزاء و اقارب دوست و موالی آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں اور آپ کے متعلق مجھ سے پوچھتے ہیں۔ اے بھائی بتائیے میں اپنے کیا جواب دوں اور کس زبان سے کہوں۔ اے میری آنکھوں کی روشنی آپ تو فنا کر گئے ہیں اور مجھے حزن و غم طویل کا وارث کر گئے ہیں۔ اے کاش میں پہلے مر گئی ہوتی اور نیا منیا ہو گئی ہوتی۔

پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا

يَا مَدِينَةَ حَبَشَى فَإِنَّ يَوْمَ الَّذِي قَدْ خَرَجْنَا مِنْكَ بِالْفَرَجِ وَاللَّحْظِ

وَالْمَجْمُوعِ وَالْجَمَاعَةِ وَلَكِنْ رَجَعْنَا إِلَيْكَ بِالْأَحْزَانِ وَالْأَلَمِ مِنْ
عَوَارِثِ الزَّمَانِ وَالْأَلَامِ فَقَدْ نَالَ الرَّجَالُ وَالْبَنَاتُ تَفَرُّقَ
شَهْلِنَا الشَّتَاتِ دَخَلَ الزَّمَانُ عَلَيْنَا وَفَرَّقَ بَيْنَنَا أَلَمَ الزَّمَانِ
مَفَرَّقَ الْأَحْبَابِ.

ترجمہ :- اے نانا کے مدینہ کہاں ہیں وہ دن جب ہم خوش خوش سمجھ رہے تھے، اور ہماری جماعت کثیر تھی۔ آج ہم تیری طرف عوارثِ زمانہ کی وجہ سے غم و بہوم و احزان لئے واپس آئے ہیں ہم نے اپنے مردوں اور لڑکیوں کو کھو دیا۔ ہماری جماعت پر آگندہ ہو گئی۔ زمانے نے ہم کو پریشان کر دیا اور زمانہ ہمیشہ احباب کو پر آگندہ کر دیتا ہے۔

روضہ رسول میں نانا سے خطاب

يَا حَيِّدَا اَنَا نَاعِيَةُ إِلَيْكَ مِنْ بَنَاتِكَ وَبَنِيَاتِكَ
يَا حَيِّدَا نَشْكُو إِلَيْكَ بِنُوَامِيهِ يَا حَيِّدَا اِنِّي نَاعِيَةٌ
إِلَيْكَ وَلَدُكَ الْحَسِيَّتُ.

ترجمہ :- اے نانا آپ کے بیٹوں اور آپ کی بیٹیوں کی سنانی لائی ہوں۔

نانا ہم آپ سے بنی امیہ کی شکایت کرتے ہیں۔ نانا میں آپ کے پاس

آپ کے بیٹے حیات کی سنانی لائی ہوں۔

اہل مدینہ سے

یا اهل الیثرب و البطحاء اے شریف بطنی کے رہنے والے
 آنا کہہ کر ایک ایسی آہ جگر خراش کی کہ قریب تھا کہ آپ کا کلیجہ پھٹ جائے پھر فرمایا
 این الاحباء و الامدقاع این رجال الت و المعاشیات
 هلا یحیون ولا یحیون و هلا یساعدا و نسی و لم یصرونی
 اولم یعلموا ما اصابنا و ما اصبا فلا ینتظرون الی الرجال المذبحۃ
 ترجمہ: کہاں ہیں ہمارے دوست احباب۔ کہاں ہیں ہمارے ماضی مردار
 عورتیں وہ کیوں نہیں آتے اور کیوں مجھے جواب نہیں دیتے اور کیوں میری مدد نہیں
 کرتے کیا انکو ہمارے مصائب کا علم نہیں کیا وہ نہیں دیکھتے ہمارے ذبح کئے ہوئے مردوں
 والدما المسفرحة و الابدان المسلوقة و الاموال المنهوبة و الحیوب
 المشقوقات و الاطفال الصارخات و الحیام الخالیات المنزقات
 ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے ہمارے بہتے ہوئے غوفوں کو، ہماری چھینی ہوئی
 چادر دلوں کو، لٹے ہوئے مال و اسباب کو۔ کیا وہ نہیں دیکھتے ہمارے دامن چاک
 ہیں، ہمارے بچے لورہے ہیں۔ ہمارے غیمے خالی اور پھٹے ہوئے ہیں؟

(سیکرٹری پاکستان حیات مشن راولپنڈی نے بہادر دستیم پریس سے چھپوا کر شائع کیا)



اِنَّ الْمُحِبَّ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَا وَ يَكْشِفُ السُّوءَ (قرآن کریم)
 وہ کون ہے کہ جب مضطر و لاچار اُسے پکارے تو وہ سنا ہے اور ہر دکھ و درد دور فرماتا ہے
 الدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ وَ عَمُو دِ الدِّينِ (حدیث پیغمبر)
 دُعا مومن کا ہتھیار اور دین کا ستون ہے۔

سلاح المؤمنین

دُعَا سَيِّدِ السَّاجِدِينَ حضرت ابراہیم رب العابدین
 ترجمہ: ان کی نگہبانی کرنے والے محافظانِ وطن کیلئے امامِ عالمیت قائم کی خاص دُعا
 جسے ضعیف عباس سیدبانی نے اہل اسلام کے لئے بلا قیمت شائع کیا
 ملنے کا پتہ: ضعیف عباس سیدبانی، بلا چوک بازار ملتان شہر